۷۸۶

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت
وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

مجھ سے جہاں تک ممکن ہو میں تو اصلاح چاہتا ہوں میری توفیق
اللہ ہی کی طرف سے ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی
طرف میں رجوع کرتا ہوں (ترجمہ مقبول)

رسالہ شریفہ ذخیرہ سعید

اِصلاحُ المجالِس وَالمحافِل

از قلم حقیقت رقم

حجۃ الاسلام والمسلمین سید المحققین سرکار علامہ شیخ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ

ناشر

مکتبۃ السبطین

سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا پاکستان

کتاب : اصلاح المجالس والمحافل

مصنف : علامہ محمد حسین صاحب قبلہ نجفی مدظلہ

ایڈیشن : پنجم

ناشر : [illegible]

طابع : سید اظہار الحسن رضوی

مطبع : اظہار سنز پرنٹرز ۹۔ ریتی گن روڈ، لاہور

فون نمبر: 042-37220761

سال طبع : ۲۰۱۰

ہدیہ : ۵۰ روپے

باسمہ سبحانہ

اظہار تشکر

یہ رسائل اربعہ یعنی اعتقادات امامیہ ترجمہ رسالہ لیلیہ، خلاصۃ الاحکام، اسلامی نماز اور اصلاح المجالس والمحافل طبع ششم عزیز مکرم جناب آفتاب احمد حسین سندھی اور جناب الحاج انجینئر اختر عباس خان ضلع جھنگ کے مالی تعاون کی وجہ سے اس دیدہ زیب اور دلکش انداز میں مومنین کے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہے ہیں۔

جزاهم الله في الدارين خير الجزاء
وشكر الله سعيهما و زادا في
توفيقهما بحق النبيّ وآله آئمة الهدىٰ

والاحقر

الشیخ محمد حسین النجفی عفی عنہ

۱۳ اکتوبر ۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلھا

"اصلاح المجالس والمحافل"

تمہید سدید:-

مدت مدید سے یہ خیال دامنگیر تھا نیز بعض قومی درد رکھنے والے احباب کا تقاضا بھی تھا کہ میں موجودہ مجالس ومحافل اور جشن کی اصلاح [illegible] تا کہ ان امور کی الاادیت کو ختم یا کم کر رہی ہیں ان کے ازالہ کی کوشش کروں مگر حالات کی ناسازگاری وقت کی عدم مساعدت اور جہال کے ہاؤ ہو کا خوف برابر اس ارادہ مبارکہ کی تکمیل میں سد راہ بنتا رہا نیز یہ توقع بھی تھی کہ شاید اور کوئی بزرگ عالم دین بلا خوف لومۃ لائم محض جذبہ خدمت قوم وملت سے سرشار ہو کر میدان عمل میں اتر کر اصلاح احوال کا بیڑا اٹھائے مگر افسوس! انتظار کرتے کرتے آنکھیں پتھرا گئیں دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں حالات روز بروز شدت کے ساتھ بد سے بدتر اور ابتر ہوتے جا رہے ہیں مگر تا حال کسی صاحب کو کلمہ حق بلند کرنے کی توفیق الٰہی شامل حال نہیں ہوئی

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قومی اتحاد وتنظیم کا شیرازہ جس طرح بکھر رہا ہے یا بکھیرا جا رہا ہے ہماری موجودہ مجالس ومحافل جس ڈگر پر جاری ہیں۔ قوم میں بدعملی کا جو دور دورہ ہے۔ بعض نام نہاد واعظین جس بے دردی سے قوم کے عقائد واعمال کو خراب وبرباد کر رہے ہیں قوم میں جس ایمانی واخلاقی تنزل وانحطاط کے گہرے

کنویں میں گر رہی ہے جسے کوئی بھی حمیت دینی و درد قومی اور پہلو میں حساس دل رکھنے والا شخص دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

ان حالات وکوائف سے واقف و مجبور ہو کر اس وادیٔ پرخار میں قدم رکھ رہا ہوں اور کوشش کی جائے گی کہ قرآن کریم، احادیث معصومینؑ اور عقل سلیم کی روشنی میں اصلاح احوال کی جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں بعض نامناسب و ناملائم حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جہاں قوم کی طرف سے طعن و تشنیع کی زبان بھی دراز ہوگی دشمن مجالس، وہابی ناصر ملک مقصر اور نہ معلوم کن کن قبیح القاب کے ساتھ یاد کیا جائے گا اور بعض سست عزم اہل علم جو تسامح فی ادلۃ السنن کی حدود کو حد سے زیادہ وسیع کر چکے ہیں یا وہ جہال جو ملبس بلباس علماء ہیں جو جاہلوں کی تائید اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے میں اپنی کامیابی کا راز سمجھتے ہیں وہ بھی ان جہال و ضلال کی پشت پناہی اور ہمنوائی کریں گے بہر حال ہمیں اس کی جو قیمت بھی ادا کرنا [illegible]

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیہا

اہل ایمان کا خدائے منان نے یہ وصف بیان فرمایا ہے **لایخافون لومة لائم** کہ وہ حق کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے کیونکہ

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد باسداد اہل علم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کافی ہے کہ **اذا ظهرت البدع فی امتی فعلی العالم ان يظهر علمه والا فعليه لعنة الله** یعنی جب میری امت میں بدعات و منکرات ظاہر ہوں تو عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے۔ ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (**اصول کافی**) نیز ارشاد قدرت ہے **ان الذين يكتمون ما انزلنا عليهم من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس فی الكتب اولئک**

یلعنهم اللہ و یلعنهم اللاعنون (بقرہ پ ۲ ع ۳) جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو کھلی دلیلیں اور ہدایت ہم نازل کر چکے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے کل آدمیوں کے لیے کتاب میں اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے یقینا انہیں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ترجمہ مقبول) دینی ذمہ داری مجبور کرتی ہے کہ حق و حقیقت کے اظہار کے سلسلے میں بڑی سے بڑی زنجیر کو بھی کاٹ دیا جائے

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

بہرحال ہماری گردن میں اتنی سکت نہیں کہ انسان ضعیف البنیان کو خوش کرنے کی خاطر خالق دو جہاں کو ناراض کر کے اس کی لعنت کا طوق اٹھائیں

وللناس فیما یعشقون مذاهب

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و علیہ انیب واللہ علی ما اقول وکیل

مجالس عزا بہترین عبادت اور بخشش گناہ کا بہترین ذریعہ ہیں:-

اس حقیقت میں کسی بھی شیعہ کو ہرگز کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ سرکار سید الشہداء یا دیگر آئمہ اطہار کے نام ہائے نامی و اسم ہائے گرامی پر جو مجالس عزا یا محافل میلاد منعقد کیے جاتے ہیں یہ بہترین اسلامی عبادات اور عاصیان امت کی بخشش گناہان کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہیں جیسا کہ اس قسم کی بکثرت روایات کتب معتبرہ میں آئمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہیں ذیل میں دو چار احادیث اہل ایمان کی جلائے ایمان کی خاطر بیان کی جاتی ہیں۔

''حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں''

یا اباهارون من انشد فی الحسین علیه السلام فابکی عشرة ثم جعل ینقص واحدا واحدا حتی بلغ الواحد فقال من انشد فی الحسین علیه السلام فابکی واحدا فله الجنة (کامل الزیارة)

اے ابو ہارون! جو شخص جناب امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کچھ شعر پڑھ کر دس آدمیوں کو

رُلائے۔ اس کی جزا جنت ہے پھر آنجناب نے (رونے والوں کی تعداد کو) ایک ایک کرکے کم کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک آدمی تک نوبت پہنچادی۔ فرمایا جو شخص سرکار شہادت کے بارہ میں کچھ اشعار پڑھ کر فقط ایک آدمی کو بھی رُلا دے اس کی جزا جنت ہے (لؤلؤ و مرجان)

(۲) امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں من ذکر مصابنا فبکی و ابکی لم تبک عینه یوم تبکی العیون جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کر کے روئے اور دوسروں کو رلائے تو اس کی آنکھ بروز قیامت نہیں روئے گی جس دن دوسری آنکھیں رو رہی ہوں گی (عیون اخبار الرضا)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں

من انشد فی الحسین علیه السلام فبکی و ابکی عشرة کتبت لهم الجنة و من انشد فی الحسین فبکی خمسة فلهم الجنة و من انشد فی الحسین فبکی و ابکی واحدا فلهما الجنة.

جو شخص حسین علیہ السلام کے بارے میں شعر پڑھے اور خود روئے اور دس آدمیوں کو رلائے تو ان سب کے لیے جنت لازم ہو جاتی ہے۔ جو شخص آنجناب کے بارہ میں کچھ شعر انشا کرکے پڑھے اور خود روئے اور پانچ آدمیوں کو رلائے تو ان کے لیے جنت ہے اور جو شخص کچھ شعر پڑھ کر روئے اور صرف ایک آدمی کو رُلا دے تو ان دونوں کی جزا جنت ہے (ثواب الاعمال) مخفی نہ رہے کہ بطور تنقیح مناط یہ بات طے شدہ ہے کہ نظم کے علاوہ نثر پڑھ کر رونے اور رلانے کا بھی یہی اجر و ثواب ہے لیکن بشرطها و شروطها و من شروطها الاتباع و الاقتداء بائمة الهدیٰ کما لا یخفی علی اولی النهیٰ۔

مجالس و محافل کے فوائد و عوائد کا ایک شمہ:۔

ارباب عقل و دانش پر حقیقت مخفی و مستور نہیں ہے کہ ہماری مجالس و محافل یا ماتم عزا کے جلوس اگر کسی صحیح سلیقے اور طریقے سے ان کا انتظام و اہتمام کیا جائے تو یہ بے شمار فوائد و عوائد کے حامل ہیں اور ان میں غیر محدود اسرار و رموز مخفی اور پوشیدہ ہیں حق تو یہ ہے کہ سخت سے سخت نا ملائم حالات اور نا مساعد ادوار

سے گزرنے کے باوجود ہمارے مذہب کی بقا وہ اہم اور اس کی ترویج و ترقی کا راز اسی عزاداری سید الشہدا میں پوشیدہ ہے بلکہ ہمارا قومی وجود بفضلہ تعالیٰ انہی مجالس عزا کا رہین منت ہے یہ وہ حقیقت ہے جس کا غیر مسلم مفکرین و مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے جیسا کہ فرانس کے مشہور مورخ ڈاکٹر جوزف نے اپنی کتاب الاسلام والمسلمون میں مذہب شیعہ کی ترویج و ترقی کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے اس حقیقت کا اقرار کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان مجالس و محافل کے انعقاد سے شعوری یا غیر شعوری طور پر قوم کو جو جو فوائد عوائد حاصل ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں وہ تمام تو اس رسالہ میں شمار نہیں کئے جا سکتے ہاں البتہ بعض اہم فوائد کی طرف اجمالی اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ مجالس و محافل دینی مسائل و معلومات حاصل کرنے کا وہ مدرسہ ہیں جن میں بلا استثناء تمام مختلف طبقات شرکت کرتے ہیں جن کو کسی اور جگہ اس طرح مجتمع ہو کر دینی استفادہ کرنے کا موقع نہیں ملتا وہ یہاں اصول، فروع، تاریخ، تمدن، اخلاق اور معصومین علیہم السلام کی سیرت طیبہ کے درس حاصل کرتے ہیں جن سے ان کو [illegible] کو سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کی مقدس سیرت کے آئینہ میں تشکیل دینے کا زریں موقع ملتا ہے۔

(۲) ان مجالس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ لوگوں کو اطاعت گزاری اور معصیت و غفلت شعاری سے اجتناب کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے اور اس طرح ان کو اپنے مقصد خلقت کی تکمیل میں آسانی ہوتی ہے (وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون) (قرآن کریم)

(۳) ان مجالس و محافل میں حضرات معصومین علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور مخالفین کے مطاعن و مثالب بیان کئے جاتے ہیں جنہیں سن کر فطری طور پر سامعین کے اندر اخلاق حسنہ و صفات جمیلہ کے کسب کرنے اور اخلاق سیئہ و صفات رذیلہ سے اجتناب کرنے کا ملکہ صالحہ پیدا ہوتا ہے جس سے سرکار ختمی مرتبت کی غرض بعثت کی تکمیل ہوتی ہے (انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق) (حدیث نبوی متفق علیہ) نیز اس طرح اغیار پر آئمہ اطہار کی عظمت واضح و آشکار ہو جاتی ہے اور سعادت خداوندی جن کے شامل حال ہوتی ہے وہ مذہب حق اختیار کر لیتے ہیں۔

(۵) ان مجالس ومحافل میں سرکار سید الشہداء کے عظیم دینی کارناموں کو بار بار سننے کی وجہ سے سامعین کرام کے اندر حق وحقیقت کی نصرت وتائید اور باطل نواز کا مقابلہ کرنے کا صالح جذبہ پیدا ہوتا ہے ع

وان الاولیٰ بالطف من آل ہاشم

تاسوا فسنوا للکرام التاسیا

(۶) ان مجالس ومحافل میں معارف توحید وعدل ونبوت اور امامت وقیامت نیز دین اسلام کے احکام فرعیہ بیان ہوتے ہیں جس سے مقصد شہادت حسینؑ کی تکمیل ہوتی ہے اور سامعین کے عقائد و اعمال میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی بناء پر تو معصومین علیہم السلام ایسی مجالس کو محبوب رکھتے ہیں ایک دفعہ حضرت امام رضا نے اپنے جلیل القدر صحابی فضیلؔ سے دریافت فرمایا۔ یا فضیل اتجلسون وتتحدثون ؟ اے فضیل! کیا تم آپس میں بیٹھ کر احادیث بیان کرتے ہو؟ راوی نے عرض کیا۔ نعم یا ابن رسول اللہ! ہاں فرزند رسولؐ! پھر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ان تلک المجالس احبہا! میں ایسی مجالس کو محبوب رکھتا ہوں پھر فرمایا۔ رحم اللہ من احیی امرنا خدا اس بندے پر رحم کرے جو ہماری شریعت کو زندہ کرتا ہے (نفس المہموم)

(۷) ان مجالس میں چونکہ مظلومین کی مظلومیت اور ظالموں کے ظلم کو موثر انداز میں بیان کیا جاتا ہے اس لیے سامعین کے قلوب میں مظلوم سے الفت ومحبت اور ظالم سے بغض ونفرت پیدا ہوتی ہے اگر ان حقائق کا بار بار تکرار نہ ہوتا تو مخالفین کو ان واقعات کے انکار کا موقع مل جاتا اور اس طرح مقصد شہادت فوت ہو کر رہ جاتا مظلوم کی داد وفریاد کو خدا بھی دوست رکھتا ہے۔ لا یحب اللہ الجہر بالسوء الا من ظلم ع

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(۸) ان مجالس میں شمولیت کرنے سے دنیائے دوں میں بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت

جو حق ہے دنیا کی بے ثباتی اور اس کی حقارت، آخرت کی ہمیشگی اور اس کی جلالت کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے جب وہ اپنے بزرگان دین حق آئمہ طاہرین کے دنیوی مصائب و شدائد سنتے ہیں تو ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اگر خداوند عالم کی نگاہ میں دنیا کی پر مگس کے برابر بھی کچھ قدر و قیمت ہوتی تو وہ ہرگز اپنے اولیاء کو ان جانگداز مصائب میں مبتلا کر کے کفار و مشرکین اور منافقین کو لذائذ و حظائظ دنیوی سے متمتع نہ کرتا لہٰذا اس طرح ان کے دلوں سے محبت دنیا کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ و حب الدنیا راس کل خطیئة (لطائف الاخبار)

(۹) ان مجالس سے انسان کو درس صبر و رضا ملتا ہے اور انسان کو دنیوی مصائب و آلام ہیچ نظر آتے ہیں کیونکہ جب وہ دیکھتا ہے کہ جو بزرگوار باعث تخلیق کائنات تھے اور لولاک لما خلقت الافلاک کے مصداق۔ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا دین کے معاملہ میں ان پر جو فوق التصور مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھائے گئے انہوں نے بغیر کسی جزع و فزع کے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ گویا وہ زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے

ان کان دین محمد لم یستقم

الا بقتلی یا سیوف خذینی

اس طرح سننے والوں پر اپنے واجب الاقتداء معصومینؑ کی تقلید و تاسی میں مصائب دنیا پر صبر کرنا بالخصوص جو دین کے معاملہ میں وارد ہوں سہل و آسان ہو جاتا ہے بلکہ دینی معاملہ میں قربانی کرنے کی امنگ اور آرزو پیدا ہو جاتی ہے۔ و لنعم ما قیل

تست رزیتکم رزایا انها

سلفت و هونت الرزایا الآتیه

(۱۰) ان مجالس و محافل کے انعقاد سے سرکار رسالت مآبؐ اور آئمہ اطیابؑ کے ساتھ مواسات و ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے ان کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان ذوات قدسی صفات کے ساتھ اپنے قلبی لگاؤ اور اپنی محبت و مودت کا عملی ثبوت ملتا ہے کیونکہ محبوب کی خوشی سے خوش اور اس کی غمی سے غمناک ہونا ایک

وجدانی اور فطری امر ہے اسی لیے معصومین کا ارشاد ہے۔ شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا یحزنون لحزننا و یفرحون لفرحنا۔ ہمارے شیعہ ہماری مقدس طینت سے پیدا ہوئے ہیں اسی لیے وہ ہماری غمی سے غمناک اور خوشی سے خوش ہوتے ہیں (بحار الانوار) سرکار باقر العلوم فرماتے ہیں۔ شیعتنا من تابعنا فی افعالنا و لم یخالفنا و اذا امنا امن و اذا خفنا خاف۔ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہمارے افعال و اعمال میں ہماری متابعت و پیروی کرتا ہے اور جب ہم امن و اطمینان میں ہوں تو وہ مطمئن ہو اور جب ہم خوف زدہ ہوں تو وہ بھی خوف زدہ ہو۔ (محاسن برقی) لیکن اگر کوئی شخص باوجود ادعائے محبت اہلبیت اس فطری تقاضائے محبت کے خلاف کرتا ہے یعنی ان کی خوشی میں خوش ہونا اور غمی میں غمناک ہونا تو بجائے خود الٹا ان کے ایام حزن و ملال کو اپنے لیے ایام عید و سرور قرار دیتا ہے (تحفۃ العالمین ملاحظہ ہو) تو عقلائے روزگار اس کے اس ادعا کو غلط قرار دینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ ؎

محبت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے تلک عشرۃ کاملۃ

دعوت غور و فکر

یہ ہیں مجالس و محافل کے بے شمار فوائد و عوائد میں سے دس فوائد جو قطرہ از دریا اور دانہ از انبار کی حیثیت رکھتے ہیں جو ان کی افادیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں کیونکہ

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل بچوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

آیئے ذرا موجودہ مجالس و محافل کا سرسری نگاہ سے ایک اجمالی جائزہ لیں اور پھر مجالس پڑھنے پڑھانے اور سننے والوں کے حالات و کوائف پر بھی اک نظر ڈال لیں اور دیکھیں کہ آیا ان مجالس و محافل کے انعقاد سے یہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں؟ آیا ان فوائد کے کچھ آثار و نتائج دکھائی دیتے ہیں؟ ہمارے اخلاق و اطوار سے ہمارا حسینی ہونا واضح و آشکار ہوتا ہے؟ کیا قوم میں دین کے نام پر مرنے اور اس کے نام پر سب کچھ قربان کر دینے کا ولولہ پایا جاتا ہے؟ کیا کربلا والوں کے اتحاد و اتفاق کے تذکرے سننے والوں کی اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق موجود ہے؟

آج ہمارے کچھ لوگ مذہب حق کو خیر باد کہہ کر کہیں دوسرے باطل مذاہب کی چوکھٹ پر جبہ سائی تو نہیں کر رہے؟ آج ہم معمولی معمولی تکالیف و مصائب پر گھبرا تو نہیں جاتے؟ آج ہم ظالم و جابر کی مخالفت اور مظلوم و مقہور کی حمایت سے پہلو تہی تو نہیں کرتے؟ کیا ہم میں بلا خوف و خطر کلمۂ حق کہنے کی جرأت و ہمت کا فقدان تو نہیں ہے؟ غرضیکہ ہماری اجتماعی و انفرادی زندگی میں سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کی سیرت و کردار کے آثار واضح و آشکار ہیں یا نہیں؟ یہ حقیقت اگرچہ بہت تلخ اور افسوسناک ہے لیکن اگر چند لمحے جذباتیت سے بالا ہو کر ٹھنڈے دل و دماغ سے قومی حالات حاضرہ کا جائزہ لیا جائے تو ان سوالات کے جوابات نہایت مایوس کن نظر آتے ہیں!! ایسا کیوں ہے؟ باوجود لاکھوں روپے خرچ کرنے کے پھر بھی ان مجالس و جلوس ہائے عزا کے انعقاد کا مقصد کیوں پورا نہیں ہو رہا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو آج ہر درد مند قوم و ملت کے قلب حساس میں بڑی شدت سے پیدا ہو رہا ہے اور آج ہر شخص سوچنے پر مجبور ہے کہ اس نے کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ درحقیقت اسی سوال کا جواب تلاش کرنے اور اس مرض کی تشخیص اور اس کا علاج بتلانے کے لئے ہی یہ رسالہ سپرد قلم کیا جا رہا ہے۔

اصلاح مجالس کی ضرورت:-

ان حقائق سے اتنا تو اجمالاً واضح و لائح ہو جاتا ہے کہ موجودہ مجالس و محافل میں کچھ ایسی خرابیاں اور خامیاں ضرور موجود ہیں جن کی وجہ سے مطلوبہ فوائد مترتب و حاصل نہیں ہو رہے ہم اس کے قائل نہیں ہیں کہ اگر مسجد میں قوالی ہوتی ہے تو مسجد گرا دی جائے یا اگر بعض بزرگوں کی قبور پر عرس منایا جاتا ہے۔ جس میں منافئ شریعت کا ارتکاب ہوتا ہے تو ان قبور کو ہی اکھاڑ دیا جائے یا اگر باغ میں کچھ خس و خاشاک پڑ جائے تو باغ ہی تباہ کر دیا جائے بھلا یہ کون سا فلسفہ ہے کہ ایک چیز اگر ناقص ہے تو اس کا بالکل استعمال ہی ترک کر دیا جائے لہٰذا اگر ہماری موجودہ مجالس میں بد اعتقادی، بے عملی، بے اخلاصی، رسم پرستی اور خود غرضی وغیرہ قسم کی کچھ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں تو اس کا یہ تقاضا نہیں کہ معاذ اللہ یہ مجالس و محافل ہی بند کر دی جائیں بلکہ ہم اصلاح کے خواہشمند ہیں کہ یہ خس و خاشاک گلزار عزائے حسینی سے دور کرنے چاہئیں تا کہ ان مجالس و محافل کے انعقاد کا اصل مقصد حاصل ہو سکے اور مطلوبہ فوائد و ثمرات ان پر مترتب ہو سکیں۔

ہم مجالس عزا میں اصلاح چاہتے ہیں نہ استیصال :-

تاریخ عالم شاہد ہے کہ جب بھی کوئی داعی حق کوئی اصلاحی پروگرام لے کر اٹھا تو اہل غرض لوگوں نے اس کے اصلاحی پروگرام کو غلط اور مسخ کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کیا تا کہ عامۃ الناس اس کے فرمودات پر گوش حقیقت نیوش نہ دھریں اور اس کی اصلاحی آواز ہوائی غوغا آرائی میں دب کر رہ جائے ع

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

لیکن ارباب اصلاح جانتے ہیں کہ حقیقت پر ہزار گمراہ کن پردے ڈالے جائیں وہ چھپ نہیں سکتی ع

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

بہت جلد کذب و افترا کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور حق و صداقت اپنی پوری تابانیوں اور تابناکیوں کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو جاتا ہے اسی مسلمہ اصول کے مطابق ہمارے بعض دوستوں نے عوامی حلقوں میں یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اس سلسلہ مضامین سے ہماری یہ غرض ہے کہ (معاذ اللہ) مجالس عزا کا سلسلہ بند ہو جائے یا اغیار کے لیے تضحیک کے اسباب فراہم کیے جائیں اور یہ کہ ہم واعظین و ذاکرین کے مخالف ہیں ان کو ختم کرانا چاہتے ہیں اور ان سے کلی مخاصمت کے قائل ہیں وغیرہ وغیرہ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

حالانکہ اسی مضمون کی ابتداء میں اصل مقصد کی وضاحت کر دی گئی تھی ع

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم

کہ ہم موجودہ مجالس کی اصلاح کے خواہشمند ہیں اور ان کو ان کی حقیقی شان میں دیکھنا چاہتے ہیں جو خدا اور رسول اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو مطلوب ہے اور ان کو ان تمام آلائشات سے منزہ و مبرہ کرنے کی تمنا و آرزو رکھتے ہیں جو مخالفین کے لیے تضحیک کا باعث بنتی ہیں تا کہ ان مجالس عزاء سے وہ

فوائد و عوائد حاصل ہو سکیں جن کے لیے ان کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے ان فوائد کی تفصیل سطور بالا میں ذکر ہو چکی ہے۔

ہم نے اپنی کوتاہی سے مقصد شہادت حسینؑ کو نہیں سمجھا:-

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی کوتاہ اندیشی و کور نگاہی سے سرکار سید الشہداء کی عظیم قربانی کا اصل مقصد بہت ہی غیر اہم قرار دے رکھا ہے جس سے شہادت حسینؑ کی افادیت پر بہت نا ملائم اثر پڑ رہا ہے۔ عام ذہنوں میں یہی خیال راسخ ہے کہ ان مجالس عزا کا اصل مقصد گریہ و زاری اور سینہ کوبی ہے لہٰذا اگر سامعین کو خوب رقت ہو گئی تو ہماری مجلس مقبول اور اگر گریہ کم ہوا تو مجلس نا مقبول اور اگر بعض سامعین کو غش بھی آ جائے تو پھر تو سبحان اللہ اگر کوئی ذاکر یا مولوی حسب منشائے بانی مجلس گریہ خیز واقعات سے اگرچہ وہ موضوع و من گھڑت ہی کیوں نہ ہوں خوب رلائے تو وہ ذاکر یا واعظ کامیاب ورنہ ناکام تصور ہوتا ہے [illegible] غم بہانا بہترین عبادت اور ذریعہ بخشش ہے اور رقت قلب کی علامت ہے جو اخلاق جمیلہ میں سے ایک عظیم الشان خلق جمیل ہے ہم نہ اصل رونے کے مخالف ہیں نہ غرابا گریہ کے ہم ان لوگوں کو قابل نفرین سمجھتے ہیں جو ان جانگداز واقعات کو سن کر بڑی سنگدلانہ متانت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں ہمیں اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس بات سے کہ حسینی شہادت ایسے عظیم الشان واقعہ کی اصلی غرض و غایت صرف رونے اور رلانے کو قرار دینا درست نہیں ہے اور مجالس عزاء کے انعقاد کا اصل مقصد فقط رونے اور رلانے کے اسباب فراہم کرنے کو قرار دینا ہمارے خیال میں حسینی شہادت کبریٰ کی لطافتوں و نزاکتوں کو بے اعتنائی کی آماجگاہ بنانے کے مترادف ہے کیونکہ یہ نظریہ قائم کرنا کہ حضرت سید الشہداء روحی لہ الفداء ایسے اولو العزم ہادی و رہبر روز عاشورا میدان کربلا کی جلتی ہوئی ریگ پر خون کے دریا میں محض اس لیے نہائے تھے اور اپنے اعزا و انصار کی بے مثال قربانیاں محض اس لیے دی تھیں کہ ان کے غم میں صرف مجالس عزا قائم کی جائیں یہ چند سطحی اور غیر مفید سی ذاکری کر لی جائے جس میں ضعیف بلکہ غلط و موضوع اور بالکل بے سر و پا روایات (اگرچہ بعض اوقات توہین اہل بیت کی حد تک بھی پہنچی ہوئی ہوں)

بیان کر کے رولیا جائے اس نظریہ سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحب نظریہ نے مقصد شہادت حسینؑ اور اس کے اسرار و رموز کو نہیں سمجھا وہاں اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس نے حضرت امام حسینؑ کی جلالت شان و عظمت مکان کو بھی نہیں پہچانا۔ ہماری رائے یہ ہے (جس کی تائید ہر سنجیدہ و فہمیدہ آدمی کرے گا) کہ مجالس عزا ایک نہایت مفید انسٹی ٹیوشن ہمارے سامنے ہے اس کے ذریعے سے قوم میں ان اصول کی عملی وقعت پیدا کرنی چاہیے جن کے لیے حضرت امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے اعزا و انصار کی بے مثال قربانی گوارا کی اور فضائل و مصائب اہل بیت کے ساتھ ساتھ ان میں اصول و فروع دین کا تذکرہ بھی موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق سائینٹفک طریقوں سے کیا جائے اگر ہم نے اس شہادت سے یہ فوائد حاصل نہیں کیے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے اس شہادت عظمیٰ کی افادی حیثیت کو بے کار سمجھ لیا ہے (ماخوذ)

شہادت حسینؑ پر معرفت کے ساتھ رونا چاہیے

ابھی ابھی اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم گریہ کے خلاف نہیں بلکہ اسے عبادت سمجھتے ہیں لہٰذا روئیے اور خوب روئیے لیکن یہ گریہ و بکا ان لوگوں کا گریہ و بکا ہو جن کو امام حسین علیہ السلام کی صحیح معرفت ہے جو ان اصول کا احترام کرنے کے لیے ہر وقت عملی طور پر تیار رہتے ہیں اور کرتے ہیں جن کے لیے حسین علیہ السلام نے خونی کفن پہنا تھا ورنہ صرف مصائب سن کر رو لینا کوئی بڑا کمال نہیں۔ یہ واقعات ہی اس نوعیت کے ہیں کہ ان کو سن کر ہم تو کیا غیروں کے بھی آنسو نکل آتے ہیں واقعات شاہد ہیں کہ خود کوفی و شامی ظلم بھی کرتے جاتے تھے اور روتے بھی جاتے تھے اب انصاف شرط ہے کہ اگر ہم شہادت حسینؑ سے صرف اس قدر متاثر ہوئے کہ اسے سن کر چند آنسو بہا لئے یا کچھ ماتم کر لیا تو پھر ہم میں اور اغیار میں فرق ہی کیا رہا؟ افسوس ہے کہ شیعوں کو عالم طفولیت سے ہی اس امر کا عادی بنا دیا جاتا ہے کہ وہ رونے کو ہی دین و دنیا کا مآل سمجھیں۔ اگرچہ شہادت حسینؑ کے دیگر اہم مقاصد اور اغراض پامال بھی ہو جائیں۔

مصائب حسینؑ پر رونے اور رلانے والی احادیث پر ہمارا ایمان ہے لیکن ان کا منشاء کسی لحاظ سے بھی یہ نہیں ہے کہ شہادت کا مقصود بالذات اور اصل منشاء صرف گریہ و بکا ہی ہے اور ذاکر و مولوی کو

دوسرے مقاصد و اغراض سے کوئی ربط و تعلق ہی نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ گریہ و بکا سرکار شہادت کی شہادت عظمیٰ کی اصلی غرض و غایت کی نشر و اشاعت اور پرچار کا ایک ذریعہ و آلہ ہے جسے ہم نے غلطی سے اصل مقصد سمجھ لیا ہے بالفرض بکا و ابکا کو حتمی اہمیت دیتے ہوئے ہم کو ان مجالس عزا سے وہ اسباق حاصل کرنے چاہئیں جن کی ہمارے مصلح اعظم سرکار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے خود عملی نمونہ بن کر تعلیم دی ہے ہم ہر سال محرم کا پہلا عشرہ یا پورا مہینہ یا اس سے زائد عرصہ تک واقعات کربلا کو یاد کر کے روتے بھی ہیں اور رلاتے ہیں امام باڑوں کی آرائش و زیبائش بھی کرتے ہیں شربت شیرینی، چائے سگریٹ وغیرہ رسوم پر بے دریغ روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں ذاکرین و واعظین کی بھاری بھرکم فیسیں بھی ادا کرتے ہیں لیکن انصاف سے بتائیے کہ محمدی مشن اور حسینی مشن کا کون سا کام کرتے ہیں۔

ہمارے سارے کام رسمی ہیں۔ ہمارے سارے افعال رسمی ہیں کیا ایسی حالت میں ہم کو دربار محمدیؐ یا سرکار حسینیؑ سے کسی انعام کی امید رکھنی چاہیے محض رونے پیٹنے اور رسوم ظاہری ادا کرنے سے روح محمدیؐ اور روح حسینیؑ ہرگز [illegible]) ان حالات و واقعات کے پیش نظر ہم موجودہ مجالس کی روش میں اصلاح چاہتے ہیں اس مبارک عزم و ارادہ پر ہمیں مخالف مجالس کہہ کر اس نیک ارادے سے باز نہیں رکھا جا سکتا ان اریــد الا الاصــلاح اور میں ان حالات میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ گویا ہاتف غیبی کی یہ صدا کانوں سے ٹکرا رہی ہے

خدا رکھے سروں پہ قوم کے سایہ ترا دائم
کئے جا خدمت دیں اے اثقف میں لومۃ لائم

اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ قارئین کی اکثریت تو اس مضمون کو پڑھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرتی ہوگی اور جو معدودے چند حضرات پڑھتے ہوں گے وہ اس پر عمل کرنے کی تکلیف نہ کرتے ہوں گے (الا ماشاء اللہ) حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم کو اصلاح احوال سے چڑ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری قوم کے افراد اپنے آپ کو مریض تصور ہی نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ جب تک مریض کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ مریض ہے اس وقت تک اس کے علاج و اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ علاج و اصلاح کے نام سے دور بھاگتا ہے۔ بخصوص مالیخولیا کے مریض تو بالعموم اسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے تئیں مریض خیال نہیں کرتے ہمارے شیعوں کو بھی بالعموم یہ مالیخولیا ہے کہ وہ تمام دینی و دنیوی ضروریات کے عالم ہیں اور وہ یہ باور ہی نہیں کرتے کہ ان میں کوئی خامی ہے جس کی اصلاح ضروری ہے ان کا یہ عام مقولہ ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں اہل انصاف بتائیں کہ ایسے حالات میں اصلاح احوال کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ مگر محض اس خیال کے پیش نظر کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ افضل الصلوۃ والسلام کو حکم ہوتا ہے **فذکر فان الذکری تنفع المومنین** اے رسول تم بار بار یاد دلاؤ اور وعظ و نصیحت کرو کیونکہ اس طرح کا وعظ و پند اہل ایمان کو ضرور نفع دیتا ہے نیز رسول اکرم کا ارشاد ہے یا

علی لئن یہدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من الدنیا وما فیہا (من لا یحضرہ الفقیہ)

اے علی! اگر خداوند عالم تمہارے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی ہدایت کر دے تو یہ عمل خیر تمہارے لیے دنیا و مافیہا [illegible]

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے!

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

مضمون پر مضمون لکھے جا رہے ہیں اور یہ یقین ہے کہ ہماری اس داد و فریاد سے ضرور خواب غفلت میں سوئے ہوئے کچھ انسان تو بیدار ہو ہی جائیں گے اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہی مقدار ہم اپنے مشن میں کامیابی کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ **وقلیل من عبادی الشکور وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔**

صحیح واعظین کا مقام و کام بہت بلند ہے:-

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان واجب الاحترام اہل منبر علمائے کرام کے مقام و کام کی منزلت کا یہاں مختصر بیان کر دیا جائے تاکہ وہ برضا و رغبت پوری تندہی کے ساتھ اپنے فرائض و وظائف کو انجام دیں تاکہ فلاح کونین و عزت دارین حاصل کر سکیں مخفی و مستور نہ رہے کہ ان باعمل اہل علم کی جو اپنی

اصلاح کے بعد دیگر افراد قوم کی اصلاح احوال کا اہم فریضہ اپنے ذمہ لیتے ہیں اور ان کو صحیح عقائد و اعمال کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں اور ان کے شکوک و شبہات کو دور کرتے ہوئے ان کے عقائد کو مضبوط کرتے ان کو اعمال صالحہ بجالانے اور اعمال سیۂ سے اجتناب کرنے کی رغبت دلاتے ہیں۔ الغرض ہر طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر عمل کرتے ہیں آیات قرآنیہ و روایات معصومیہ میں بہت مدح و ثناء وارد ہوئی ہے یہاں محض تبرکاً "و تیمناً" بعض آیات و روایات شریفہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

ارشاد قدرت ہے۔ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون (سورۂ آل عمران پ ۴ ع ۲) ضروری ہے کہ تم میں سے ہمیشہ ایک گروہ ایسا ہو جو دعوت الی الخیر دے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے ایسا گروہ ہی کامرانی حاصل کرنے والا ہے یہی ایک آیت مبارکہ ہی ایسے لوگوں کی جلالت قدر روشن کرنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔ علماء شیعتنا مرابطون فی الثغر الذی یلی ابلیس و عفاریته یمنعونهم عن الخروج علی ضعفاء شیعتنا وعن ان یتسلط علیهم ابلیس و شیعته النواصب الا فمن انتصب لذالک من شیعتنا کان افضل ممن جاهد الروم والترک والخزر الف الف مرة لانه یدفع عن ادیان محبینا وذالک یدفع عن ابدانهم۔

ہمارے شیعوں کے علماء اس سرحد پر مورچہ زن ہیں جو شیطان اور اس کے سرکش انصار و اعوان سے ملتی ہے وہ علماء شیطانوں اور ان کے پیروکار ناصبیوں و خارجیوں کو ہمارے کمزور شیعوں پر خروج کرنے اور ان پر مسلط ہونے سے روکتے ہیں آگاہ ہو کہ ہمارے (شیعہ) علماء سے جو شخص اس مہم کو سر کرنے کے لیے سینہ سپر ہو جائے وہ ترک و خزر کے کفار سے جہاد کرنے والوں سے ہزار در ہزار مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ یہ (عالم دین) ہمارے محبوں کے دین کی حفاظت کرتا ہے اور وہ مجاہد ان کے بدنوں کی حفاظت کرتا ہے اور جناب امام علی نقی علیہ السلام سے مروی ہے "لولا من یبقی بعد غیبة قائمکم من العلماء الداعین الیه والدالین علیه الذابین عن دینه بحجج الله والمنقذین لضعفاء عباد الله

من شباک ابلیس و مردته ومن فخاخ النواصب الذین یمسکون ازمة قلوب ضعفاء الشیعة کما یمسک السفینة سکانها لما بقی احد الا ارتد عن دین الله اولئک هم الافضلون عند الله عزوجل" فرمایا اگر قائم آل محمدؑ کی غیبت کبریٰ کے بعد ایسے علماء کرام موجود نہ ہوتے جو آں جنابؑ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے، آں جنابؑ کے وجود ذی جود پر دلالت کرتے ان کے دین حق سے دلائل و براہین کے ساتھ مدافعت کرتے کمزور بندگان خدا کو شیطانوں کے شکنجوں سے اور ان ناصبیوں اور خارجیوں (جو کمزور شیعوں کے دلوں کی باگ ڈور کو اس طرح پکڑتے ہیں جس طرح کشتی اپنے سواروں کو پکڑتی ہے) کے دام تزویر سے نجات دے چھٹکارا دلواتے ہیں تو ایک آدمی بھی ایسا باقی نہ رہتا جو دین الٰہی سے مرتد نہ ہو جاتا پس یہ لوگ خدا کے نزدیک افضل ہیں (منیۃ المرید از شہید ثانیؒ) پس اس دور پرفتن اور پرآشوب میں جو کچھ دین روایات موجود اور اسلام و ایمان کے کچھ آثار مشہود ہیں یہ سب ایسے علمائے کرام و متکلمین اسلام کے وجود ذی وجود کے ہی برکات ہیں اس لیے یہ حضرات خداوند عالم کے نزدیک سب لوگوں [illegible] ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ جس شخص کا مطمع نظر یہ ہو کہ اہل ایمان سے نصاب و خوارج کا دفاع کرے اور ان کے اور ان کے ناقص العیار مذہب کے نقائص و عیوب نقال کر انہیں ذلیل و خوار کرے اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے مذہب حق کی صداقت و حقانیت کو ثابت کرے تو خداوند عالم ملائکہ جنت کا مطمع نظر جنت میں اس کے لیے مکانات و قصور تعمیر کرنا قرار دے دیتا ہے اور اس کی ہر ہر دلیل و حجت کے عوض جو وہ مخالفین پر قائم کرتا ہے خداوند عالم جنت میں اس قدر ملائکہ کو اس کے مکانات و عمارات کی تعمیر میں لگا دیتا ہے جن کی تعداد روئے زمین والے لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے اور طاقت ور اتنے ہیں کہ ان میں سے ایک فرشتہ سب زمینوں اور آسمانوں کو اٹھا سکتا ہے پس ایسے مجاہد عالم کے لیے جنت میں اس قدر تعمات و کمالات ہیں کہ لا یعرف قدرها الا رب العلمین کہ ان کی جلالت قدر کا صحیح عرفان رب رحمٰن ہی کو ہے۔

(عماد الاسلام وغیرہ بحوالہ احسن الفوائد)

بنا ذ ایگاء کے ثواب جائے بے پایاں اس کے علاوہ ہیں جو قبل از یں بیان ہو چکے ہیں۔

سب مبلغین ان کمالات کے مالک اور فضائل کے حامل نہیں ہوتے:-

مخفی نہ رہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں شیطان بعض اہل علم کے اقدام کو پھسلا دیتا ہے اور وہ صحیح و ارشاد نبویؐ کو اپنا کے تو اس قدر ثواب اور عالی قدر درجات کو دیکھ کر عمل صالح کی اہمیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس طرح فریب نفس لئیم و شیطان رجیم یا خود فریبی یا فریب دہی کا شکار ہو کر خسران مبین میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ ان مدارج و مراتب کا حصول صحت عقیدہ اور حسن عمل پر منحصر ہے یہی وجہ ہے کہ اس شرف عظیم کو حاصل کرنے والے ہمیشہ بہت قلیل خوش قسمت افراد ہی ہوتے ہیں چنانچہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے صفات علماء میں جو ایک طویل الذیل حدیث مروی ہے اس کے آخر میں آپ فرماتے ہیں۔ **وذلک لایکون الا بعض فقہاء الشیعۃ لا جمیعہم فان من یرکب من القبائح والفواحش مراکب فسقۃ فقہاء العامۃ فلا تقبلوا منہم عنا شیئا ولا کرامۃ** یعنی ان (مذکورہ بالا صفات کے حامل) صرف بعض شیعہ فقہاء ہوتے ہیں نہ تمام کیونکہ ان میں سے جو ان افعال ناشائستہ کا ارتکاب کرے جو عامہ کے علماء کرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے نہ ہمارا کوئی حکم قبول کرو اور نہ حدیث اور نہ ہی وہ کسی عزت و احترام کے مستحق ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۳۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا جاتا ہے۔ **من خیر الناس بعد الانبیاء** نبیوں کے بعد تمام لوگوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا [illegible] **العلماء** باعمل اہل علم پھر سائل نے عرض کیا **من شر الناس بعد ابلیس**؟ شیطان کے بعد بدترین خلائق کون ہے؟ فرمایا **الشرار العلماء** بدعمل اہل علم

(ایقاظ العلماء وتنبیہ الامراء)

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں **اشد الناس حسرۃ یوم القیامۃ عالم لم یعمل بعلمہ** بروز قیامت تمام لوگوں سے زیادہ حسرت و ندامت میں وہ اہل علم ہوگا جس نے اپنے علم کے مطابق عمل نہ کیا ہوگا (اصول کافی) سچ ہے۔

فضیلت جو بڑی تھی تو معصیت بھی بڑی ہے

واعظ میں کن صفات جلیلہ کا ہونا ضروری ہے:۔

حقیقت الامر تو یہ ہے کہ جس شخص میں وہ صفات جلیلہ موجود نہ ہوں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بحوالہ مصباح الشریعہ تفسیر صافی صفحہ ۲۰ پر مذکور ہیں تو اسے منبر رسولؐ اور حسینیؑ اسٹیج پر قدم رکھنے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا کوئی حق ہی حاصل نہیں ہے آنجناب فرماتے ہیں۔

من لم ینسلخ من هواجسه ولم یتخلص من آفات نفسه وشهواته ولم یهزم الشیطان ولم یدخل فی کنف الله وامان عصمته لم یصلح للامر بالمعروف والنهی عن المنکر لانه اذا لم یکن بهذه الصفة فکل مااظهر بالبر وتنسون انفسکم ویقال له یاخائن اتطالب خلقی بما خنت به نفسک وارخیت به عنانک

یعنی کوئی بھی شخص جب تک اپنے وساوس نفسانیہ اور نفس کے آفات و خیالات شہوانیہ سے گلو خلاصی نہ کرائے اور شیطان کو شکست دے کر خدا کی پناہ کے دامان میں داخل نہ ہو جائے اس وقت تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ جب تک ان صفات کا حامل نہ ہوگا تو جو بات بھی کہے گا وہ اس سے برخلاف حجت ہوگا اور لوگ اس سے فائدہ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ خدا فرماتا ہے کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے ہو نیز اس سے (من جانب اللہ) کہا جاتا ہے او خائن! تو میری مخلوق سے ان امور کی بجا آوری کا مطالبہ کرتا ہے جن میں خود خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنے نفس کی لگام ڈھیلی چھوڑتا ہے" ونعم ماقیل ۔

لاتنه عن خلق وتاتی مثله
عار علیک اذا فعلت عظیم

ہم ذاکرین کی ذات کے نہیں بلکہ ان کی بعض صفات کے مخالف ہیں

ہم نے اپنے مشہور مضمون "حرمت غنا اور اسلام" میں واشگاف الفاظ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے اگر ہماری قوم کی قیادت کا ایک حصہ علمائے عظام ہیں تو اس کا دوسرا حصہ ذاکرین کرام ہیں ہمیں ان

کے وجود سے اختلاف ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے بعض خدمات کا انکار ہے ہاں اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ صرف ان کی بعض صفات یا ان کی موجودہ روش و رفتار سے ہے ہم ان کی اصلاح چاہتے ہیں نہ استیصال اور یہ چاہتے ہیں کہ ان حضرات پر واضح کریں کہ ان کا حقیقی مقام اور کام کتنا عظیم ہے تا کہ وہ اسے سمجھیں اور پھر اس سے عہدہ برآ ہونے کی سعی کریں اور ان کا وجود قوم کے لیے مفید سے مفید تر ہو سکے کوئی باخبر و بصیرت انسان حتیٰ کہ خود ذاکرین کرام بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے کہ سرکار سید الشہداء کے حقیقی ذاکرین کی جو شان ہونی چاہیے اور ان کی سیرت و کردار کا جو معیار ہونا چاہیے بد قسمتی سے اب اس گروہ کی اکثریت اس معیار پر پوری نہیں اترتی اور یہی حال اکثر واعظین کرام کا بھی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

حقیقی ذاکرین حسینؑ کا مقام بہت بلند ہے :-

اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقی ذاکرین حسینؑ کا مقام بہت بلند اور عزت و احترام کے مستحق ہیں اور ان کو قومی حلقوں میں بہت عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا بھی جاتا ہے اور یہ حقیقت بھی ظاہر ہے کہ ان کی یہ عزت و منزلت ان کے ذاتی کمالات اور محاسن کی بنا پر نہیں کی جاتی بلکہ محض ذاکر حسین ہونے کی وجہ سے کی جاتی ہے لیکن ان حضرات کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ان کا منصب و مقام ان سے جن صفات و حالات کا متقاضی ہے آیا وہ اسے پورا کر رہے ہیں؟

ع نہ سوچو گے تو کچھ [illegible]

سید الشہداء کے غم میں رونے اور رلانے کی فضیلت ہم اس مضمون کے ابتدائی حصہ میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں جو احادیث سید الشہداء کے مصائب پر بکاء و ابکاء کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کی صداقت مسلم ہے جب یہ عمل اس قدر گراں قیمت ہے تو ہمارے ان قابل احترام حضرات کو بھی تو سوچنا چاہیے کہ آیا ان کا یہ عمل خیر محض قربۃً الی اللہ ہے؟ اور یہ جو فضائل و مصائب بیان کرتے ہیں آیا وہ محض رضائے الٰہی اور خوشنودی خدا اور رسول اور آئمہ ہدیٰ حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں؟ کہیں ان کا مدعا صرف جلب منفعت اور کسب معیشت یا اپنے فضل و کمال کا اظہار اور ذاتی نام و نمود کا اعلان تو

نہیں ہے؟ ایسا تو نہیں ہے کہ یہ حضرات اس فن کو بغرض تجارت حاصل کر کے اس جنس گراں مایہ کو کوڑیوں کے دام فروخت کر رہے ہیں۔ جس کا بیّن ثبوت اس سے ملتا ہے کہ وہ اپنی اس متاعِ فن کا مومنین سے اس طرح سودا کرتے ہیں جس طرح ایک تاجر اپنی جنس کے بارے میں ردّ و بدل کرتا ہے پہلے اجرت مقرر کی جاتی ہے اور بعد میں معمولی کمی و بیشی پر لڑائی جھگڑا ہوتا ہے جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ شاہد ہے۔

ذاکرین کرام کی موجودہ روش ورفتار پر تنقید:۔

شیعوں کو سرکار سید الشہداء سے جو والہانہ عشق و محبت ہے وہ اس جذبہ سے اس قدر سرشار ہیں کہ جو شخص منبر پر آکر سرکار کا نام لے وہ اس کی قدر و منزلت بھی کرتے ہیں اور بالعموم اس کے خیالات و نظریات کو تنقید کے دائرہ سے بھی بالا سمجھتے ہیں اور سخت سے سخت مواقع پر بھی ان کو روکنا یا ان سے باز پرس کرنا خلاف ادب سمجھا جاتا ہے۔ اسی غلط روش کا نتیجہ ہے کہ اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ اگر کسی وقت کوئی عالم دین ان حضرات کے بیان کردہ واقعات پر تنقیدی تبصرہ کر دے تو وہ اسے توہین مجالس کے مترادف سمجھتے ہیں اب جبکہ [illegible] عمل سے ناجائز فائدہ تو نہیں اٹھاتے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اس بے جا حسن ظن کی وجہ سے کہ وہ جو کچھ رطب و یابس بیان کر دیں ان سے کوئی باز پرس تو کرتا نہیں اور نہ کوئی شخص ان کے کردار پر حرف گیری کرنے کی برسر منبر جرأت کر سکتا ہے چاہئے تمام بلند صفات ذاکرین پیدا کرنے کی اہمیت کو بھی بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور واقعات کی جانچ پڑتال میں عرق ریزی کرنے کی ضرورت کو محسوس ہی نہیں کیا اور محض عوام کو رونے رلانے کی خاطر علمی اکتساب کی زحمتوں اور مشقتوں سے بچنے کے لیے بلا تامل سب ضعیف اور ناقابل وثوق روایات بلکہ من گھڑت واقعات کو بھی آزادی سے بیان کرنا شروع کر دیا ہے حالانکہ واقعات کربلا اس کے محتاج نہیں کہ سامعین کو رلانے کے لیے ان میں کچھ اضافہ کیا جائے اور نہ ہی سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کی ذوات قدسی صفات کو اس کی ضرورت ہے کہ ان کے متعلق روایات فضائل و مصائب و خلاف واقعہ تصرف اور بے جا حک و اصلاح کی جائے۔

نیز اس مقام پر ان حضرات کو اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کہیں ان کے عمل سے یہ تو ظاہر نہیں

ہوتا کہ ذاکری نے ایک فن یا پیشہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے کہ ہر ایک ذاکر کو اپنے ہم پیشہ حضرات پر فوقیت لے جانے اور اپنی امتیازی حیثیت قائم کرنے کا شوق اس حد تک دامن گیر ہے کہ وہ بعض اوقات ایسے بے سروپا واقعات بھی بیان کر جاتا ہے کہ جن کے ماخذ و مدرک کا سوائے اس کے اپنے نہاں خانہ دماغ کے کہیں نام و نشان ہی نہیں ہوتا آج واقعات کی جگہ اختراعات و بدعات نے لے لی ہے؟ اگر یہ حقائق درست ہیں تو پھر ایسے حضرات کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ پھر ان کا یہ عمل کس طرح داخل عبادت اور یہ عمل کیونکر ثواب آخرت حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے؟ ایسے اجرت اور من گھڑت واقعات اور خانہ سرود والے کام کو کیونکر کار خیر سمجھا جا سکتا ہے؟ اور ایسے حضرات کو کیونکر اجر عظیم کا مستحق تصور کیا جا سکتا ہے؟ بھلا جس کام کی اجرت طے کر کے لے لی جائے جس عمل کا معاوضہ روپیہ کی صورت میں وصول کر لیا جائے اب اس پر ثواب بھی مل سکتا ہے؟ فما لکم کیف تحکمون؟

یہ افسوسناک امر بھی اب کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہا کہ آج کل مجالس عزاء میں قصائد اور مراثی بلکہ نوحوں کو بھی [illegible] ریڈیائی گیتوں کو بھی مات کر دیا ہے اور مجالس عزا کی حقیقی شان کو نعروں سے [illegible] کر دیا ہے اور ان کی افادیت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے کسے انکار ہو سکتا ہے آج کل یہ مجالس محض تحصیل زر ودولت کا آلہ کار بن کر رہ گئی ہیں مومنین کہتے ہیں کہ ذاکرین نے اس رنگ میں رنگ دیا ہے اور ذاکرین کہتے ہیں کہ مومنین نے الخ...... ہمیں یہ روش اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے آیا کون حق بجانب ہے؟ ہم یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ (مجاہد اعظم، بمبر نومبر) ان مجالس میں کیا اصلاح ہونی چاہیے ان میں کیا کیا خرابیاں ہیں جن کا ازالہ ضروری ہے؟ اس امر کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی اصلاح اخلاص کی ضرورت اور اہمیت:۔

ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ کوئی عمل ہو یا عبادت وہ اس وقت تک صحیح معنوں میں عبادت قرار نہیں پاتی جب تک اس میں خلوص نیت نہ ہو۔ یعنی ضروری ہے کہ وہ عبادت ہر قسم کے دنیوی اغراض فاسدہ اور جذبہ ریا و سمعہ سے مبرا و منزہ ہو اور قربۃً الی اللہ و خالصاً لوجہ اللہ ہو جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ وما

امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔

(پ ۳۰ سورہ بینہ ع ۲۳)

ان لوگوں کو نہیں حکم دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ خلوص کے ساتھ خداوند عالم کی عبادت و پرستش کریں۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ فمن کان یرجو القاء ربہ فلیعمل عملا صالحا و لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ (پ ۱۶ کہف ع ۳) جو شخص اپنے پروردگار کی خوشنودی کا طلبگار ہو اسے چاہیے کہ عمل صالح بجا لائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی غیر کو شریک قرار نہ دے جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں الناس کلھم ھلکی الا العالمین والعالمون کلھم ھلکی الا العاملین والعاملون کلھم ھلکی الا المخلصین والمخلصون علی خطر عظیم۔ (اکبریت احمر) تمام لوگ (اخروی طور پر) ہلاک ہو جائیں گے سوائے جاننے والوں کے اور جاننے والے بھی ہلاک ہو جائیں گے سوائے مخلصین کے اور مخلصین ہر وقت خطرہ میں ہیں (کہ ادھر نیت و اخلاص میں فر[illegible]

اخلاص ہی وہ روح عمل و عبادت ہے کہ اس کی موجودگی میں عمل اتنا گراں قیمت بن جاتا ہے کہ اس کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں وہ عمل اتنا پست اور حقیر ہو جاتا ہے کہ اس کی کوئی بھی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی ہر عامل و عامل کے ساتھ اس کی نیت کے مطابق سلوک کیا جائے گا اور اس کے اخلاص کے موافق ہی اس کو سزا یا جزا دی جائے گی کیونکہ تمام جذبے قربت و اخلاص میں برابر نہیں ہوتے ارشاد ربانی ہے۔ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ۔ تم میں سے کچھ وہ ہیں جو عمل کر کے محض دنیا کے طلبگار ہیں اور کچھ وہ ہیں جو آخرت کے چاہنے والے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ من تعلم علماء من علم الآخرۃ یرید بہ عرضا من عرض الدنیا لم یجد ریح الجنۃ (سرائر ابن ادریس علی علیہ الرحمہ) جو شخص علوم آخرت (علوم دینیہ) میں سے کسی علم کو اس لیے حاصل کرے کہ اس کے ذریعے مال و متاع دنیوی کو حاصل کرے تو ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ وانما

الاعمال بالنیات ۔ ظاہر ہے کہ حقائق ان مجالس ومحافل کے منعقد کرنے رونے رلانے کا ثواب اور ان میں مال ومنال خرچ کرنے کی جزا اسی وقت بارگاہ رب العزت سے ملے گی کہ جب یہ عمل ہر قسم کے ذاتی اغراض فاسدہ (جن کا تفصیلی ذکر ذیل میں آ رہا ہے) کی آلائش سے پاک وصاف اور محض خوشنودی خدا و رسولؐ اور آئمہ ھدیٰ حاصل کرنے کیلئے کیا جائے ۔ ورنہ یہ عمل ایک کاغذی پھول ہوگا جس میں خوشبو نہ ہو ایک جسم ہوگا جس میں روح نہ ہو اور ایک بے کار ڈھانچہ ہوگا جس میں حقیقت کی کوئی رمق نہ ہو ۔

ایک تلخ حقیقت کا اظہار :-

اس تلخ حقیقت کا اظہار ہم بڑے قلبی دکھ و درد کے ساتھ کرنے پر مجبور ہیں کہ موجودہ دور میں مجالس ومحافل کے اندر اسی اخلاص کی جنس گرانمایہ کا فقدان نظر آتا ہے اور پڑھنے اور سننے نیز پڑھوانے والوں کی اکثریت کا دامن اس جوہر آبدار و در شہوار سے تہی دکھائی دیتا ہے ۔ الا من شاء اللہ و قلیل ما ھم ۔ چونکہ ہم نے [illegible] اس دور میں دلائل و براہین کا محتاج نہیں ہے کیونکہ یہ امر " آنچہ عیاں است چہ حاجت بیان است " کا مصداق ہے ہاں البتہ چونکہ بعض انکار پسند طبیعت والے لوگ کسی واضح سے واضح حقیقت کا بھی دلیل و برہان کے بغیر اقرار نہیں کرتے ہیں ۔ وہ ہر ہر دعوی پر ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین پڑھتے ہیں ۔ ان حضرات کی تسکین و طمانیت کی خاطر ہم ذیل میں اپنے مدعا کے اثبات پر چند قرائن و شواہد پیش کرتے ہیں اسے ثابت کرتے ہیں چونکہ مجالس کا قوام دو گروہوں کے ساتھ ہے ۔ ایک پڑھنے والا دوسرا سننے والا (منعقد کرنے والے اسی گروہ میں شامل ہیں) اور ہم نے یہ دعوی کیا ہے کہ دونوں گروہوں کی اکثریت دولت اخلاص فی العمل سے تہی دامن ہے لہذا ہم ان دونوں گروہوں کی روش و رفتار کا علیحدہ علیحدہ تجزیہ کرکے اپنے دعوی کو ثابت کرتے ہیں ۔

مجالس پڑھنے والے گروہ کی اکثریت کے
اخلاص سے تہی دامن ہونے پر شواہد پنجگانہ

پہلا شاہد:-

اس امر کے ثبوت میں کہ مجالس خوانی طبقہ کی اکثریت نعمت اخلاص سے محروم ہے۔ سب سے پ
اور بہت شاہد عادل یہ ہے کہ یہ حضرات مجالس و محافل کی فیس طے کر کے پڑھتے ہیں اور جس شخص کو مبد
فیض سے معمولی سا ذہن رسا اور ملکہ عدل و انصاف ملا ہے وہ اس حقیقت میں ہرگز کسی قسم کا شک و ش
نہیں کر سکتا کہ فیس طے کر کے مجالس پڑھنے والے شخص یا گروہ میں (قطع نظر اس کی علت و حرمت کے
اور سب کچھ تو ہو سکتا ہے۔ مگر اخلاص نہیں ہو سکتا اور اگر یہ روز روشن سے واضح تر حقیقت بھی کسی دلیل
محتاج ہو تو پھر کوئی حقیقت ...

ولیس یصح فی الاذھان شیء اذا احتاج النھار الی الدلیل

اس حقیقت کے اس قدر واضح و آشکار ہونے کے باوجود بھی ہم محض اس فعل شنیع کی مذمت م
چند احادیث شریفہ بھی پیش کیے دیتے ہیں۔

لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ من اراد الحدیث منفعۃ الدنیا ل
یکن لہ فی الآخرۃ نصیب و من ارادبہ الآخرۃ اعطاہ اللہ خیر الدنیا و الآخرۃ (اصو
کافی) جو شخص کسی دنیوی نفع و فائدہ کی خاطر احادیث حاصل کرے اسے آخرت میں کچھ اجر و ثواب نہی
ملے گا اور جو شخص اپنی آخرت سنوارنے کے لیے انہیں حاصل کرے گا اسے خداوند عالم دنیا و آخرت
خیر و خوبی عطا فرمائے گا۔

(۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لا تستاکل الناس بنا فتفتقر۔ ہمار
ذریعہ لوگوں کا مال نہ کھاؤ۔ ورنہ فقیر و نادار ہو جاؤ گے (اصول کافی) بعض علماء محققین نے اس حدی

شریف میں وارد شدہ "فقر" سے مراد آخرت کا فقر و فاقہ مراد لیا ہے۔

یعنی چونکہ اس پیسہ میں برکت نہیں ہوتی۔ لہٰذا دنیا میں ان لوگوں پر بالعموم فقر و فاقہ مسلط رہتا ہے (جیسا کہ مشاہدہ بھی شاہد ہے) اور چونکہ اجرت یہیں وصول کر لی ہے اس لیے آخرت میں نیکیوں سے دامن خالی ہوگا (وذلک هو الخسران المبین)

(۳) کتاب تحف العقول میں ایک طویل حدیث بروایت جناب مفضل بن عمر حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی ہے جس کا ضروری حصہ یہ ہے۔

وفرقة احبونا وسمعوا کلامنا ولم یقصروا عن فعلنا لیستأکلوا الناس بنا فیملأ الله بطونهم نارا ویسلط علیهم الجوع والعطش۔ ہمارے نام لیواؤں کا ایک گروہ وہ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے ہمارے کلام کو سنتا ہے ہمارے افعال کی پیروی میں کوتاہی بھی نہیں کرتا (مگر یہ سب کچھ اس لیے کرتا ہے) تاکہ ہمارے ذریعے سے لوگوں کا مال ہضم کرے خدا ایسے لوگوں کا پیٹ آتش جہنم سے بھرے گا اور ان پر بھوک اور پیاس کو مسلط کرے گا۔

آئمہ طاہرین کے اپنے مادحین کو عطیات دینے والے شبہ کا ازالہ:-

بعض جاہل یا متجاہل اس مقام پر یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر آل محمدؐ کے ذریعہ رزق کمانا ممنوع ہوتا اور مجالس خوانی پر فیس لینا فعل قبیح ہوتا تو پھر آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے مادحین شعراء مثل فرزدق، وکمیت، ودعبل خزاعی وامثالہم رضوان اللہ علیہم کو ان کے مدحیہ قصائد انشاء کرنے پر عطیہ ہائے کثیرہ و رقم ہائے وفیرہ نہ دیتے حالانکہ یہ امر تاریخی شواہد سے ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں" بالتحقیق آئمہ معصومین علیہم السلام مرثیہ خوانوں اور ذاکرین کی مدح وثنا فرمایا کرتے تھے اور انہیں خلعت ہائے فاخرہ واشیاء نفیسہ اور کثیر درہم و دینار عطا کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ذاکری کا معاوضہ لینا اور دینا دونوں جائز و حلال ہیں۔ اس شبہ کا جواب بالکل واضح ولائح ہے کیونکہ جہاں آئمہ اطہار کا اپنے مدح وثنا کرنے والے شعراء کرام کو بڑے بڑے عطیات و نوازشات سے نوازنا مذکور ہے۔ وہاں یہ ہرگز نہیں ملتا کہ وہ شعراء کرام پہلے فیس اور اجرت طے کر کے یہ قصائد پڑھتے تھے یا یہ کہ انہوں نے اپنی

قصیدہ خوانی اور مدح سرائی اپنے لیے ذریعہ معاش بنا لیا تھا اور جب تک یہ امر ثابت نہ کیا جائے او
اس کا اثبات قیامت تک ممکن نہیں ہے (انشا) بلکہ اس کے برعکس یہ بات ثابت ہے کہ وہ مادحین
حضرات یہ قصائد و اشعار اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر محض حق کے احقاق اور باطل کے ابطال غرضیکہ
اعلائے کلمۂ حق اور خوشنودی خدا اور رسول و رضائے آئمہ ہدیٰ حاصل کرنے کے لیے انشاء کرتے
اور پڑھتے تھے جیسا کہ ان کی سیرت و کردار کے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت الم نشرح ہوتی ہے کہ
جب آئمہ اطہار ان کو صلہ و جائزہ عطا فرماتے تھے تو وہ اس کے قبول کرنے میں عذر و معذرت او
پس و پیش کرتے ہوئے عرض کرتے کہ ہم نے یہ کام کسی دنیوی انعام و اکرام کے طمع و لالچ کے
ماتحت انجام نہیں دیا مگر آئمہ طاہرین کے حکم اور اصرار سے مجبور ہو کر قبول کر لیتے تھے اور بعض اوقات
ہم اپنے ابا و انکار پر مصر رہتے تھے چنانچہ رسالہ نصرۃ الذاکرین (جو کہ ذاکرین کی بے جا حمایت میں
لکھا گیا ہے) کے صفحہ ۵۸ سے لے کر صفحہ ۹۳ تک بذیل عنوان "در ذکر عطیات آئمہ طاہرین
برائے شعرا [illegible] سلسلہ کا آخری واقعہ یہ لکھا ہے
"کمیت شاعر نے جب قصیدہ ہاشمیہ پڑھا تو عبداللہ بن حسن نے اس کو چار ہزار درہم کی زمین کا
قبالہ لکھ دیا۔ آخر جب اس نے زمین کو قبول نہ کیا تو پھر حضرت عبداللہ نے ایک چمڑے کا کپڑا اٹھایا
اور اس کے چاروں کونے لڑکوں کے ہاتھ میں دیے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کی اور کہا بنی
ہاشم! یہ کمیت شاعر ہے جس نے تمہاری شان میں اس وقت قصیدہ لکھا ہے جب کہ لوگ تمہارے
فضائل کے ذکر سے سکوت کر چکے ہیں اور جس نے اپنا خون بنی امیہ کے نزدیک معرض خطر میں ڈال
دیا پس جو کچھ ممکن ہو سکے اس کو صلہ دو تو بنی ہاشم جو کچھ ممکن ہوتا تھا درہم و دینار اس چمڑے پوست میں
ڈالتے جاتے تھے پھر ہاشمی عورتوں کو خبر کی گئی۔ ان سے بھی جو کچھ ہو سکا انہوں نے عطا کیا حتیٰ کہ
اپنے زیورات بھی اتار اتار کر اس کے دامن میں ڈال دیے۔ یہاں تک کہ کمیت کے لیے ایک لاکھ
درہم جمع ہو گیا اور پھر بھی کہا۔ اے کمیت ہم تجھ سے معذرت چاہتے ہیں۔ ہم دشمنوں کی دولت کے
زمانے میں ہیں ہم نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ بہت کم ہے حتیٰ کہ اس میں مخدرات کے زیور بھی شامل

ہیں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے اس میں سے اپنی اپنے زمانے میں استطاعت کر تو کمیت نے کہا میرے ماں باپ آپ حضرات پر قربان ہوں آپ نے جو کچھ عطا فرمایا وہ بہت زیادہ ہے اور میری غرض تو تمہاری مدح سے اللہ اور رسولؐ کی رضامندی ہے میں تجھ سے نہیں لیتا یہ سب کچھ ان کے صاحبوں کو واپس کر دو۔ حضرت عبداللہ نے ہر چند کوشش فرمائی لیکن اس نے قبول نہ کیا (تبصرۃ الذاکرین صفحہ ۶۲، ۶۳ طبع لاہور)

اب با انصاف ناظرین فرمائیں کہ اس واقعہ سے ان تاجران خون حسینؑ کی تردید ہوتی ہے یا تائید؟ جو اہل ایمان کی عورتوں کے زیورات تو کیا وہ تو کہتے ہیں خود اپنی عورتیں بھی فروخت کرنے پر ہیں تو کر دیکھ ہماری مقررہ فیس میں کمی نہ کرو ایک اور منبر کے اجارہ دار لکھتے ہیں "اگر کوئی شخص بخوشی بطور نذرانہ دے تو بطور جبرانہ وصول کیا جائے"

(ذاکری کا شرعی مقام صفحہ ۴۷ سبحان اللہ)

دین کے ایسے [illegible]

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے

گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؑ

ایک صاحب نے منہ مانگا معاوضہ لینے کے جواز میں جناب دعبل خزاعی کا واقعہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے امام رضاؑ سے "حضرت کا پہنا ہوا جبہ" طلب کیا تھا اور حضرت نے دیا تھا (ذاکری کا شرعی مقام صفحہ ۳۹) اسے کہتے ہیں "الغریق یتشبث بکل حشیش" "یعنی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" اس واقعہ کی اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جناب دعبل کے مشہور مرثیہ (مدارس آیات خلت من تلاوۃ ومنزل وحی مقفر العرصات) پر امام عالی مقام نے درہم و دینار کی تھیلی پیش کی اور دعبل نے بڑے پس و پیش کے بعد اسے قبول کیا تو اس نے محض تبرک وتیمن کے طور پر امام سے ان کے جسم اقدس سے مس شدہ کرتہ (بروایتے جبہ) طلب کیا اور امام نے مرحمت فرما دیا اور جب اہل قم کو اس کرتے کا علم ہوا تو بھاری قیمت ادا کر کے اس کی دھجیاں بطور تبرک دعبل سے خرید لیں ایک

روایت کے مطابق امام نے اس بیماری میں ہزار رات میں ہزار رات ایک ہزار رکعت پڑھی تھی اور ہزار ختم قرآن کیا تھا۔ (منتہی الامال ج ۲ صفحہ ۲۷۵) وہ منتہ دعبل کا یہ ارادہ تھا کہ اسے فروخت کرے اور نہ ہی وہ کرتہ فی نفسہ اتنا قیمتی تھا یہ کہنا کہ جناب دعبل نے اسے قیمتی سمجھ کر اور بغرض فروخت حاصل کیا تھا یہ جناب دعبل کے خلوص نیت پر نہایت رکیک حملہ ہے۔ انما الاعمال بالنیات اسی طرح قم کے مومنین نے دعبل کے وہ دس ہزار درہم جن پر جناب امام علیہ السلام کا اسم گرامی کندہ تھا ایک لاکھ درہم میں خرید لیے یعنی ایک درہم کے عوض دس درہم اس طرح دعبل کے ایک لاکھ درہم ہو گئے (منتہی الامال ج ۱ صفحہ ۲۷۵)

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اس واقعہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مولوی یا ذاکر یا شاعر کے لیے مدح و مرثیہ خوانی سے پہلے معاوضہ طے کرنا جائز ہے؟؟ ان بودے اور کمزور سہاروں کو ان لوگوں نے اجتہاد کے رنگ میں پیش کیا ہے "ذاکری [illegible]

ع

وہ صد لعنت بریں اجتہاد باد

ان لوگوں کی حالت بڑی قابل رحم ہے جو

ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

جہاں بھی عطائے آئمہ کے واقعات درج ہیں وہاں یہ حقائق بھی ساتھ مذکور ہیں

(از ع)

مجالس و محافل پر نذرانہ لینے کے جواز کا طریقہ:۔

مذکورہ بالا حقائق سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ جو رقم طے کیے بغیر ملے اس کے لینے میں ہرگز کوئی شرعی اشکال نہیں ہے بلکہ بالکل مشروع اور جائز ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا لاتشارطہم ۱۱ قصد بالعطیۃ پہلے فیس طے نہ کرو (بلکہ قربۃ الی اللہ پڑھو پاں) بعد میں جو کچھ تمہیں دیا

جائے اسے لے لو (از تنقیح الاحزان ؎) عقل سلیم بھی اس کے جواز کی تائید کرتی ہے اور علمائے کرام کی تحقیق انیق بھی یہی ہے اور یہی طریقہ نماز پڑھانے، اذان دینے یا دیگر واجبات عینیہ و کفائیہ یا امور مستحبہ بجالانے اور اس سلسلہ میں جو کچھ دینے میں جاری و ساری ہے اور ان امور کی حلیت کا واحد طریقہ بھی ہے کہ ان امور شرعیہ کا انجام دینے والے نہ پہلے اجرت طے کریں اور نہ بغرض تحصیل اجرت ان امور کو بجالائیں بلکہ وہ بقصد قربت ان وظائف کو انجام دیں اور مومنین جماعت یا بعض افراد ان کی کچھ خدمت قربۃً الی اللہ کریں تو اسے قبول کریں جیسا کہ کتب فقہ پر نگاہ کرنے والے ناظر خبیر پر یہ حقیقت مخفی و مستور نہیں ہے اگر مجلس خوان حضرات بھی اسی طرح کریں تو چشم ما روشن و دل ما شاد ورنہ ان ذرائع معاش کی حلیت اور ان مکاسب کا جواز محل کلام ہے اور اگر بالکل حرام نہیں تو کم از کم علماء کرام اور دعویداران محبت اہلبیت علیہم السلام کے قطعاً شایان شان نہیں ہے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

بعض کم تعلیم یافتہ ملا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بڑے طمطراق سے یہ مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں کہ صرف واجبات پر اجرت لینا حرام ہے نہ مستحبات پر اور چونکہ مجلس عزا ایک مستحب امر ہے لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز ہے ایسے لوگوں کے اضافۂ معلومات کی خاطر عرض ہے کہ بعض مستحبات پر بھی اجرت لینا حرام ہے جیسے اذان کہنے اور نماز باجماعت پڑھانے پر چنانچہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب قضا میں بروایت جناب محمد بن مسلم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا **لا یصلی خلف من یبغی علی الاذان والصلوٰۃ بالناس اجراً ولا تقبل شہادتہ** جو شخص اجرت لے کر اذان کہتا ہے اور لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اس کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس کی شہادت قبول کی

؎ امام عالیمقام کا یہ فرمان ہم نے حضرت [illegible] شیخ حسن [illegible] کی کتاب تنقیح الاحزان کے مقدمہ سے نقل کیا ہے جو ان کی ذات [illegible] سے متعلق ہے [illegible] حدیث [illegible] تہذیب الاحکام اور فروع کافی وغیرہ میں اجرت لینے سے متعلق مذکور ہے جیسا کہ بعض [illegible] دیانت پر ایک سوالیہ [illegible] وکم من عائب قولاً صحیحاً وآفتہ من الفہم السقیم (منہ عفی عنہ)

جائے" اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اجرت طے کرنے سے اخلاص رخصت ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر عمل بے سود ہو جاتا ہے محقق شرح لمعہ فرماتے ہیں۔ وکذا یحرم الاجرة علی الصلوة بالناس جماعة وفاقا لجماعة وفی الخبر لاتقبل شهادته وهو نص فی التحریم (حاشیہ شرح لمعہ ج۔۱) باب المتاجر وکذا فی مسالک الافہام و شرائع الاسلام میں ہے "اخذ الاجرة علی الاذان حرام ولاباس بالرزق من بیت المال وکذا علی الصلوة بالناس" یعنی اذان کہنے پر اجرت لینا حرام ہے ہاں بیت المال سے بطور رزق اور وظیفہ لینے میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح نماز پڑھانے پر اجرت لینا بھی حرام ہے صاحب جواہر الکلام نے (جلد متاجر صفحہ ۱۰۲) پر اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے فرماتے ہیں "بلا خلاف اجده فیه" یعنی میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں پاتا) موجودہ دور میں اس کا حل یہ ہے کہ مقامی انجمنوں اور ان کے فنڈز کو بیت المال تصور کر کے ان سے بطور رزق اور وظیفہ پیش نمازوں اور موذنوں کی خدمت کی جائے اجرت اور رزق اور وظیفہ میں جو فرق ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

جناب زید بن امام زین العابدین علیہ السلام اپنے آباء کرام کے سلسلہ سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا امیر المومنینؑ واللہ انی احبک فقال له ولکن ابغضک قال ولم وقال لانک تبغی فی الاذان اجرة وتاخذ علی تعلیم القرآن اجرا وسمعت رسول الله (صلی الله علیه وآله) یقول من اخذ علی تعلیم القرآن اجرا کان حظه یوم القیمة (حدائق ناضرہ)

یا امیر المومنینؑ بخدا میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آنجنابؑ نے فرمایا! لیکن میں تم کو برا سمجھتا ہوں اور تجھ سے بغض رکھتا ہوں اس نے عرض کیا ایسا کیوں ہے؟ فرمایا اس لیے کہ تو اذان اور تعلیم القرآن پر اجرت لیتا ہے اور میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تعلیم القرآن پر اجرت لیتا ہے۔ بروز قیامت وہی (اجرت) اس کا حصہ ہوگی۔ (اس دن اسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا) اس حدیث شریف میں ارباب عقل و فکر کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ

السلام ایک آدمی کو باوجود اس کے کہ وہ ان سے محبت و مودت رکھتا ہے اس وجہ سے اپنا دشمن قرار دے رہے ہیں کہ وہ اذان کہنے اور قرآن پڑھانے پر اجرت لیتا ہے تو کیا آنجناب اس شخص سے محبت کر سکتے ہیں جو خود آپ کے فضائل اور آپ کے فرزند دلبند کے مصائب بیان کرنے پر فقط اجرت ہی نہیں لیتا بلکہ مستقل طور پر اسے اپنا پیشہ قرار دے کر اسے ذریعہ معاش بناتا ہے اور مزید برآں فیس میں معمولی کمی بیشی پر مرنے اور مارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

اگر آئمہ اطہار نے قرآن پڑھانے والوں کی مذمت کی ہے تو یہ چیز سے دیگر ہے ان پڑھانے والوں نے کبھی اجرت طے نہیں کی تھی اور جو کچھ احتمال ہے وہ اس طے کرنے میں ہے بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ اس بات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ آئمہ طاہرین شعراء کرام اور اپنے مدح کنندگان کو عطایا کثیرہ سے نوازتے تھے ہم نے واضح کر دیا کہ وہ اجرت طے کر کے نہیں جاتے تھے بلکہ اسے عبادت سمجھ کر قربۃ الی اللہ انجام دیتے تھے کجا ان لوگوں کا کردار اور کجا آج کل کے نوحہ خواں کردہ کی روش و رفتار آج کل تو پڑھنے سے پیشتر بھاری بھرکم فیس طے کی جاتی ہے اور اگر بعد ازاں اس مقررہ فیس میں کچھ کمی واقع ہو جائے۔ تو زمین سر پر اٹھائی جاتی ہے اور ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو جاتا ہے بعض اوقات نوٹ پھاڑ دیئے جاتے ہیں اور بعض حالات میں نذر آتش بھی کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس قسم کے بعض واقعات بلکہ حادثات کی بنا پر ہمارے پاس مصدقہ اطلاعات ہیں۔

اہل انصاف بتائیں کہ ایسے لوگوں کو شعراء اہل بیت کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" اور اسی روش و رفتار کا لازمی نتیجہ ہے کہ آج کل سوائے بعض متمولین کے دیگر غربا بلکہ متوسط طبقہ بھی مشہور واعظین اور نامور ذاکرین کی مجالس کرانے سے محروم ہی رہتا ہے اور اس طرح پڑھنے والے جناب امام جعفر صادقؑ کے اس تہدید کی زد میں آ جاتے ہیں ومن العلماء من یری ان یضع العلم عند ذوی الثروۃ والشرف ولا یری فی المساکین وضعا فذاک فی الدرک الثالث من النار (خصال شیخ صدوقؒ) بعض اہل علم ایسے بھی ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ

اپنے علم و فضل سے فقط ارباب مال و دولت کو ہی فائدہ پہنچائیں اور وہ غربا و مساکین کو اپنے علمی فیوض سے محروم رکھتے ہیں ایسے لوگ جہنم کے تیسرے طبقہ میں جائیں گے۔ (اعاذنا اللہ منہ) مگر یہاں ہم خود فریبی یا قوم فریبی کا یہ عالم ہے کہ من چلی اور کی والی احادیث فضیلت کو اپنے اوپر منطبق کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ مجالس پڑھ کے جنت میں گھر تعمیر کر رہے ہیں یا للعجب جب دنیا میں اجرت طے کر کے مومنین سے نقد وصول کر لی تو پھر اب آخرت میں خدا سے اجر و ثواب حاصل کرنے کا کیا استحقاق باقی رہ جاتا ہے؟

طریقہ!!

ہم نے چونکہ مذکورہ بالا بیان میں پیشنماز اور اذان پر اجرت لینے کی حرمت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ صرف واجبات پر اجرت لینا حرام ہے بلکہ بعض مستحبات پر بھی اجرت لینا حرام ہے [illegible] حرام ہے لہٰذا ذاکری کی اجرت لینا بھی حرام ہے۔ لیکن ایک مدعی علم و فضل نے اسے ہماری اجتہادی غلطی قرار دے کر اسے قیاس مع الفارق قرار دیا ہے اور پھر بزعم خویش یہ فرق بیان کیا ہے کہ نماز میں واجب قربتہ الی اللہ اور اذان میں سنت قربتہ الی اللہ کی نیت ضروری ہے مگر ذاکری میں نہ واجب قربتہ الی اللہ کی نیت شرط ہے اور نہ سنت قربتہ الی اللہ کی (ذاکری کا مقام صفحہ ۳۰) لہٰذا وہاں اجرت ناجائز اور یہاں جائز ہے!! اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس چیز (مجلس عزا) کو قوم نہ صرف عبادت بلکہ بہترین عبادت سمجھ کر بجا لاتی ہے اسے انہوں نے بیک جنبش قلم عبادت ہونے سے خارج کر دیا ہے کیونکہ یہ بات معمولی دینی معلومات رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ ہر عبادت میں قصد قربت لازم ہوتا ہے۔ یہی قصد قربت ہی عبادات اور معاملات میں مابہ الامتیاز ہے۔ لہٰذا اگر مجلس عزا میں قصد قربت شرط نہیں ہے تو پھر عبادت بھی نہیں ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؏

نے اصولت محکم نہ بہ فروع　　شرم بادا از خدا و از رسول

تنبیہ :-

اگر بالفرض اس طرح طے کر کے مجالس پڑھنے کی اجرت کو جائز بھی مان لیا جائے جیسا کہ بعض علمائے کرام نے کھینچ تان کرا سے جائز قرار دیا ہے تاہم اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا کرنے والوں کو آخرت میں اجر و ثواب بھی ملے گا بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح جو رقم حاصل ہوگی وہ حلال متصور ہوگی و بس (والتفصیل یطلب من اخر طبعہ مرجعا)

ایک ایراد کا جواب :-

بعض حضرات اپنی پوزیشن صاف کرنے کی بجائے الزامی طور پر یہ کہہ کر اپنی گلوخلاصی کرانے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں کہ اگر مجالس سید الشہداء پر اجرت لینا جائز نہیں ہے تو مدرسین حضرات علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس پر کیوں مشاہرہ لیتے ہیں۔ اس کے متعلق جوابا عرض ہے کہ ہر ایک مدرس کی اپنی شرعی تکلیف ہے کہ [illegible] تعلق ہے ہم جو قلیل مشاہرہ لیتے ہیں۔ وہ نہ علوم دینیہ کی تدریس پر ہے اور نہ علوم آلیہ و مقدمیہ کی تعلیم پر! بلکہ وہ مقاصد کے ماتحت لیتے ہیں۔ ایک دارالعلوم کے نظم و نسق کو بحال رکھنے پر دوسرا بعض کتب منطق اور فلسفہ پڑھانے پر جن کا شمار عند المتکلمین علوم آلیہ میں بھی نہیں ہوتا۔ کما لا یخفی علی اہل النظر۔

ایک اور ایراد کا جواب :-

تہذیب الاحکام اور فروع کافی میں مروی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا میرے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے وصیت فرمائی کہ میرے مال سے اتنا اتنا مال نوحہ پڑھنے والیوں کے لیے وقف کرو جو میرا نوحہ دس سال تک ایام منیٰ میں پڑھتی رہیں اس سے نوحہ گروں کی اجرت کا جواز ظاہر ہے اس کا جواب واضح ہے کہ اس روایت میں یہ تو کہیں بھی مذکور نہیں کہ ان نوحہ پڑھنے والیوں نے امام سے اجرت طے کی تھی بلکہ اس کا صاف و سادہ مفہوم یہ ہے کہ وہ قربۃً الی اللہ امام پر ماتم و نوحہ کریں اور امام قربۃً الی اللہ ان کی کچھ خدمت کر دیں اور اس امر کے جواز میں کسی کو بھی کوئی کلام نہیں ہے۔ یا سعد الاعلیٰ؟؟

ایک عجیب ابلہ فریبی کا ازالہ:۔

ایک صاحب جو ذاتی قیاسات کا تانا بانا بنے اور ابلہ فریبی کرنے میں کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ لہٰذا وہ علماء و ذاکرین جو ذکر اہلبیت علیہم السلام کا بدلہ آخرت میں خدا پر چھوڑتے ہیں اور اپنی تکلیف و صعوبت کا بدلہ بانی مجلس سے طے کرتے ہیں بانی مجالس جو کچھ دیتا ہے اور ذاکر مجلس جو کچھ لیتا ہے یہ دونوں اسی تکلیف و مشقت کا صلہ سمجھتے ہیں اور آخرت میں خدا ہی سے ثواب عظیم اور شفاعت معصومین علیہم السلام کے امیدوار ہیں۔

ذاکری کا شرعی مقام ؏ وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی ابلہ فریبی ہو سکتی ہے کہ یہاں دنیا میں اجرت طے کر کے وصول کی جائے اور پھر اس کے بدلے میں ثواب آخرت اور شفاعت معصومین کی امید بھی رکھی جائے ؏

دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

باقی رہی [illegible] جانے والے ہر دو اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ رقم دیتے وقت یہ چیک پکا و نور رسول بھا و ذاکری اور مجلس خوانی پر کیا جاتا ہے۔ یا تکلیف اور صعوبت سفر پر؟

؏ آنجا کہ عیاں است چہ حاجت بیان است

اگر ذاکری اور مجلس خوانی پیش نظر نہ ہو تو دو دو چار چار سو روپیہ تو بجائے خود اگر یہ لوگ ہزار بار بھی صعوبات سفر برداشت کریں تو کوئی مومن ایک پیسہ بھی ان کو پیش نہ کرے۔ ؏

آزمائے جس کا جی چاہے!!

بہرکیف

از شر فیاء ای قرآن فروش

دیدہ ام روح الامین را ویر خروش

اثبات مدعا پر دوسرا شاہد:-

اس بات کا دوسرا شاہد صادق ہے کہ مجالس پڑھنے والوں کی اکثریت نعمت اخلاص سے محروم ہے یہ ہے کہ وہ اپنی مجالس و محافل خوانی میں خدا اور رسول کی شریعت مقدسہ کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے مخلوق کی خوشنودی و رضا جوئی کو مقدم سمجھتے ہیں اور اس بات کا قطعی ثبوت یہ ہے کہ وہ جہاں جاتے ہیں پہلے یہ سوال کرتے ہیں کہ اس مقام کی پبلک کس موضوع اور مضمون کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ آیا قلعہ خیبر کے اکھاڑنے کو یا مرحب و عنتر کے پچھاڑنے کو یا بعض منافقین کی درگت بنانے کو یا پھر کسی اور مولوی یا ذاکر کی مذمت کرنے کو غرضیکہ پبلک (اور بالخصوص بانی مجلس) کے اشاروں پر رقص لعبری کرنے میں اپنی کامیابی و کامرانی کا راز پوشیدہ سمجھتے ہیں ان کی بلا جانے کہ ان کا مقام اور شرعی وظیفہ و کام کیا ہے؟ پبلک کی اصلاح احوال کے لیے کس چیز کی ضرورت ہے؟ عامۃ الناس کس روحانی مرض میں مبتلا ہیں؟ اور اس کا مداوا کیا ہے اور خدا اور رسول و آئمہ ہدیٰ کے تقاضے کیا ہیں؟ حالانکہ اگر وہ فقط اس ایک اصول کو اپنا لیتے کہ منشا خدا کی [illegible] کو مدنظر رکھنا ہے تو وہ پھر ہر روز نئی پبلک کے نئے تقاضوں سے آزاد ہو جاتے۔ کیونکہ خدا کا منشا مکان و زمان کے بدلنے سے بدلا نہیں کرتا۔ حلال محمدؐ حلال الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام الی یوم القیامۃ (ارشاد صادقؑ اصول کافی) ان کی اس روش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہادیان مسلک یقین و راہبران دین مبین نہیں بلکہ راہزنان ایمان و دین ہیں۔ جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الدنیا داء والعالم طبیب فاذا رایتم الطبیب یجر الداء الی نفسہ فاتھموہ علیٰ دینکم۔ یعنی دنیا ایک مرض ہے اور عالم اس کا طبیب و معالج لیکن جب تم دیکھو کہ طبیب خود مرض کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے تو اس کو اپنے دین کے معاملہ میں متہم سمجھو (اس پر اعتماد نہ کرو) نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت داؤد نبی حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی۔

لا تجعل بینی و بینک عالما مفتونا بالدنیا فیصدک عن طریق محبتی فان اولئک قطاع طریق عبادی المریدین ان ادنیٰ ما انا صانع بھم ان انزع حلاوۃ

مناجاتی من قلوبهم۔

اے داؤد! میرے اور اپنے درمیان ایسے عالم کو واسطہ قرار نہ دو جو دنیا پر فریفتہ ہے ورنہ وہ تمہیں میری محبت کے راستے سے روک دے گا کیونکہ ایسے لوگ میرے ان بندوں کے راہزن ہیں جو میری بارگاہ میں باریابی کا ارادہ رکھتے ہیں میں کم از کم ان کے ساتھ جو سلوک کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے اپنی مناجات کی لذت سلب کر لیتا ہوں (اصول کافی) اور یہ سب نتیجہ ہے اس بات کا کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں خداوند عالم کی عظمت و جلالت کا تصور باقی نہیں ہے اور وہ اپنے نفع و نقصان کا مالک خدائے منان کو نہیں سمجھتے بلکہ عزت و ذلت اور نفع و نقصان کا مالک اپنے جیسے انسان ضعیف البنیان کو تصور کرتے ہیں جس کے متعلق جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں

لا یملک لنفسہ نفعا ولا ضرا ولا موتا ولا حیوۃ ولا نشورا

کہ انسان نہ اپنے نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا نہ موت کا نہ حیات کا اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا۔

کیا بات ہے قربان کی جائے

اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

ایسے کمزور و ناتواں انسان کو خوش کرنے کی خاطر خالق دو جہاں خدائے رحمن کو ناراض کرکے اس کی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت و جہالت ہو سکتی ہے؟ ارشاد قدرت ہے۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات و الھدی من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون۔ (سورہ بقرہ پ ۲ ع ۳)

جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں جو کھلی دلیلیں اور ہدایت ہم نازل کر چکے ہیں۔ بعد اس کے کہ ہم نے کل آدمیوں کے لیے کتاب میں ان کو کھول کر بیان کر دیا ہے یقیناً انہیں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور انہی پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں (ترجمہ مقبول) اگر ان لوگوں کے دلوں میں عظمت خداوندی کا کوئی

تصور ہوتا اور وہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ نہ کرتے تو پھر مخلوق کو اس قدر اہمیت نہ دیتے سید الموحدین حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اذا عظم الخالق صغر المخلوق۔ جب خدا کی عظمت دلوں میں جاگزیں ہو جائے تو پھر مخلوق حقیر و ضعیف معلوم ہوتی ہے (نہج البلاغہ) مگر آہ ع

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

جن لوگوں کی اپنی کمزوری اعتقاد و ایمان کا یہ عالم ہو وہ دوسروں کو توحید ایزدی و توکل علی اللہ رغبت الی الآخرۃ اور زھد فی الدنیا اصول دین کی درستی اور فروع دین کی پختگی کی کیا خاک تلقین کریں گے؟

آں خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

تیسرا شاہد:-

اس دعویٰ کے اثبات پر تیسرا قرینہ اور شاہد یہ ہے کہ اس گروہ کی اکثریت اس روحانی مرض میں مبتلا ہے کہ وہ بزعم خویش اپنی مجلس کو کامیاب بنانے اور دوسرے پڑھنے والوں کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لیے برملا ان کی توہین و تذلیل کرتے ہیں اور ان کی ذات و صفات میں طعن و تشنیع کر کے عیب جوئی بلکہ کوئی تہمت تراشی اور افترا پردازی ایسے قبیح جرم اور شنیع فعل کا ارتکاب کرتے ہیں حالانکہ جہاں تک ذات کا تعلق ہے اس کی حقیقت دعویٰ تعارف و تناکر سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ اخروی نجات یا بارگاہ ایزدی میں قرب حاصل کرنے کا معیار تقویٰ ہی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم نعم وللسادات الکرام مقامھم اسی طرح ارشاد نبوی ہے الجنۃ لمن اطاع اللہ ولو کان عبدا حبشیا والنار لمن عصی اللہ ولو کان سیدا قرشیا (بحار الانوار ج ۱۷)

یعنی جنت اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہے اگرچہ حبشہ کا غلام ہی کیوں نہ ہو اور دوزخ

اس کے لیے ہے جو خدا کا نافرمان ہے اگرچہ سید اور قریشی ہی کیوں نہ ہو۔ ع

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اہل ایمان کی توہین کی مذمت:۔

اور جہاں تک مومن کی عیب جوئی اور گلہ گوئی کا تعلق ہے یہ بالاتفاق حرام ہے اور اس کے بارے میں خداوند قہار کا ارشاد ہے۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنو الھم عذاب الیم فی الدنیا و الآخرۃ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون (س نور پ ۱۸)

یعنی وہ لوگ جو اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی باتیں رائج ہوں ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی اور اللہ (اس کو) خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ (مقبول ترجمہ)

حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible]

من قال فی مومن مارات عیناہ وسمعت اذناہ مما یھدم مروتہ فھو من الذین قال اللہ فیھم والذین یحبون ان..... الخ

جو شخص اپنے مومن بھائی کے بارے میں وہ بات بیان کرے جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو اور اپنے کانوں سے سنی ہو مگر وہ بات ایسی ہو کہ اس بندہ مومن کی عزت کو ٹھیس پہنچاتی ہو تو ایسا کرنے والا شخص ان ہی لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق خدا فرماتا ہے جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان کی برائیاں نشر کی جائیں..... الخ (اصول کافی ج)

اور جہاں تک مومن کی توہین کا تعلق ہے اس کے بارے میں حدیث قدسی میں وارد ہے

من اھان لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربۃ جو شخص میرے کسی بندہ مومن کی توہین کرتا ہے وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے (جامع الاخبار)

بالخصوص جبکہ یہ توہین کسی عالم دین کی ہو اس کے متعلق تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہاں

تک فرمان موجود ہے کہ من اھان عالما فقد اھاننی۔

جس شخص نے عالم دین کی توہین وتذلیل کی اس نے گویا میری توہین کی (جامع الاخبار، بحار الانوار) بقول مؤلف رسالہ "ذاکری کا شرعی مقام" علماء کی تحقیر و توہین کسی قوم میں لادینیت لانے کا پہلا زینہ ہے (صفحہ ۱۸) دعا ہے کہ خدا خود ان کو بھی اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور افترا پردازی کے بارے میں ارشاد رب العباد ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۔ افترا وہی لوگ باندھتے ہیں جو بے ایمان ہوں غرضیکہ یہ گروہ مختلف طریقوں سے اپنے دینی بھائیوں کو اذیت پہنچاتا ہے حالانکہ جناب رسول خدا فرماتے ہیں جو شخص اپنے ایمانی بھائیوں کو ستاتا ہے وہ مجھے ستاتا ہے اور جو مجھے ستاتا ہے وہ خدا کو ستاتا ہے اور ایسا کرنے والا توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن میں ملعون ہے اور اس پر خدا و ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (امالی الاخبار) مگر اس جگہ کا نفس امارہ خوف خدا سے بالا ہو کر ایک دوسرے کی توہین وتذلیل کرنے میں لذت محسوس کرتا ہے اور اسے اپنا محبوب مشغلہ سمجھ کر صبح و شام بلکہ ہر وقت [illegible] اس فعل شنیع کی انجام دہی کے لیے حسینی منبر کو ہی منتخب کیا جاتا ہے اور اس طرح منبر رسول اور [illegible] کی بھی توہین کی جاتی ہے اس طرح وہ منبر رسول" جو شریعت اسلامیہ کے حقائق و معارف کی نشر و اشاعت اور خاصان خدا کے فضائل و مناقب اور اسی دین کے سلسلہ میں ان پر وارد شدہ آلام و مصائب بیان کرنے کے لیے وقف تھا اسے آج یہ منبر کے اجارہ دار اپنے نفس امارہ کی آتش انتقام بجھانے۔ اہل ایمان کو اپنے سہام ملام کا نشانہ بنانے اور علمائے اعلام کو ہدف تنقید بنانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں ع فسلک علی الاسلام من کان باکیا۔ افسوس

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

بدل ہی جاتے ہیں غلامی میں قوموں کے ضمیر

اور مومنین کے جمود و خمود کا یہ عالم ہے کہ ایک پڑھنے والا اپنے کسی دوسرے ہم پیشہ کو اپنے جوش بیان میں دین سے خارج کر رہا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر نعرہ حیدری بلند کر رہے ہیں اور اگر دوسرا آ کر اس

پہلے معترز کو بے دین قرار دے رہا ہے تو کس پر تحسین صدائے آفرین و تحسین بلند ہو رہی ہے ع بریں عقل و دانش باید گریست "کسی میں یہ اخلاقی و ایمانی جرأت نہیں رہی کہ ایسے بے لگام اور ہر قید سے آزاد معترزین کے منہ میں لگام دے اور ان کو صحیح اسلامی روش اختیار کرنے پر آمادہ کرے لعل الله یحدث بعد ذلک امرا

ع شیعہ مرا ست از غیب بیروں آید و کارے بکند

چوتھا شاہد:-

اس مدعا پر چوتھا شاہد یہ حق ہے کہ اس گروہ کی اکثریت اپنی مجلس کی ظاہری کامیابی کے لیے اور بالخصوص بقا و ابکاء کی خاطر بلا تحاشا کذب و افتراء (اور وہ بھی معصومین پر) ایسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتی ہے جس کا عمداً ارتکاب کرنے والا بالاتفاق دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے کذب تمام صفات رذیلہ کی جڑ ہے جس طرح کہ صدق تمام صفات حمیدہ کا اصل الاصول اور محور ہے کذب کی مذمت میں [illegible] ذیل میں دو چار آیات و روایات درج کی جاتی ہیں۔

جھوٹ بولنے کی مذمت:-

(۱) ارشاد قدرت ہے ان الله لا یھدی من ھو مسرف کذاب (س مومن پ ۲۴ ع ۹) خداوند عالم اسراف کنندہ اور جھوٹے کو ہدایت نہیں کرتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹا آدمی ہدایت سے محروم ہے (۲) لعنة الله علی الکاذبین "جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے" اس سے واضح ہے کہ جھوٹا لعنتی ہے؟ (۳) ایک جگہ فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایٰت الله (س نحل پ ۱۴ ع ۲۰) جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے اس سے ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا شخص بے ایمان ہے (۴) ارشاد فرماتا ہے ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا (س حجرات پ ۲۶ ع ۱۳) "اگر فاسق و فاجر خبر لائے تو اس کی چھان بین کر لو" اس آیت مبارکہ میں خداوند

عالم نے جھوٹے آدمی کو فاسق و فاجر قرار دیا ہے۔

(۱) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا جب کوئی شخص بلا عذر جھوٹ بولتا ہے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایک بدبو نکلتی ہے جو عرش الٰہی تک پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت حاملان عرش اس پر لعنت کرتے ہیں اور خداوند عالم ایک جھوٹ کے عوض اس کے نامہ اعمال میں ایسے ستر زنا کا عذاب لکھتا ہے جو اپنی محارم کے ساتھ کئے گئے ہوں (جامع الاخبار)

(۲) نیز آنحضرتؐ سے مروی ہے فرمایا جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے (مجموعہ شیخ ورامؒ) (۵) نیز انہی حضرت سے منقول ہے فرمایا:

اعظم الخطایا عند اللہ عزوجل لسان کذاب۔ خداوند عالم کی نگاہ میں سب سے بڑا خطا کار وہ ہے جو زبان دراز اور دروغ گو ہے (امالی شیخ صدوق)

(۳) حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں لایجد احد کم طعم الایمان حتی یترک الکذب فی جدہ وھزلہ کوئی شخص اس وقت تک ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتا جب تک جد و ہزل (حقیقت اور مذاق) میں جھوٹ کو ترک نہ کرے (اللؤلؤ والمرجان)

(۴) جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں الکذب خراب الایمان جھوٹ باعث خرابی ایمان ہے (اصول کافی) انہی بزرگوار سے مروی ہے فرمایا ان اللہ جعل للمعاصی اقفالا وجعل مفتاحھا الخمر والکذب شر من ذلک خداوند عالم نے گناہوں کے لیے کچھ قفل بنائے ہیں اور ان قفلوں کی کنجی شراب ہے لیکن جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے (عقاب الاعمال)

خدا و رسول اور آئمہ طاہرین پر جھوٹ بولنے کے گناہ عظیم ہونے کا بیان:-

مخفی نہ رہے کہ اوپر کذب و افترا کی مذمت میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ بطور نمونہ مشتے از خروارے کی حیثیت رکھتا ہے یہ عام کذب و افترا کے بارے میں ہے لیکن اگر یہی کذب و افترا خدائے عزوجل یا جناب رسول خدا یا آئمہ ہدیٰ کی ذوات مقدسہ پر باندھا جائے تو اس گناہ کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کی شدت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ فمن اظلم ممن

افتری علی اللہ کذبا (پ ۸ س اعراف ع ۱۷) اس شخص سے بڑا اور کون ظالم ہے جو اللہ پر افترا
پردازی کرتا ہے (۲) ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب
لایفلحون متاع قلیل ولہم عذاب الیم (پ ۱۴ س نحل ع ۱۴)

جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ ہرگز کامیاب نہ ہوں گے ہاں اس میں معمولی سا فائدہ ہے (دنیا
میں) مگر ان کے لیے (آخرت میں) تکلیف دہ عذاب موجود ہے (۳) ایک جگہ فرماتا ہے ویـــوم
القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوہہم مسودۃ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین
(پ ۲۴ س زمر ع ۴)

بروز قیامت دیکھو گے جن لوگوں نے خدا پر افترا پردازی کی ہے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے کیا
تکبر کرنے والوں کا مقام جہنم نہیں ہے؟ الی غیر ذالک من الایات الکثیرۃ۔

(۱) جناب رسول خدا کا مشہور و متفق بین الفریقین فرمان واجب الاذعان بھی اس مطلب پر
صریحی دلالت کرتا ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار جو شخص عمداً مجھ پر
جھوٹ بولتا ہے وہ جہنم میں اپنی جگہ مہیا سمجھے۔

(۲) جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ابو النعمان سے فرمایا لاتکذب علینا کذبۃ فتسلب
الحنیفیۃ اے ابو النعمان ہم پر افترا نہ کرنا ورنہ ملت اسلام تم سے سلب ہو جائے گی (یعنی اسلام سے
خارج ہو جاؤ گے) (اصول کافی)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شامی آدمی سے فرمایا اے شامی ہماری
احادیث سنو مگر ہم پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو شخص ہم پر جھوٹ بولتا ہے وہ جناب رسول خدا پر افترا کرتا ہے
اور جو رسول خدا پر افترا کرے وہ خدائے عزوجل پر افترا کرتا ہے اور جو خدا پر افترا کرے گا خداوند عالم
اسے آتش جہنم میں معذب کرے گا (اصول کافی)

یہی وجہ ہے کہ خدا اور رسول اور آئمہ ہدیٰ پر کذب و افترا کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور
بر مشہور قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں انہی حقائق کی بنا پر علمائے اعلام نے جھوٹ کے متعدد اقوال

واقسام میں سے بدترین قسم اس جھوٹ کو قرار دیا ہے جو خدا اور رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ پر بولا جائے چنانچہ حضرت علامہ شیخ مہدی نراقی اپنی کتاب جامع السعادات میں رقمطراز ہیں۔ واشد انواع الکذب اثما و معصیت الکذب علی اللہ و علی رسولہ و علی الائمۃ و کفاہ ذما انہ یبطل الصوم و یوجب القضاء و الکفارۃ علی الاقوی۔ یعنی گناہ کے اعتبار سے جھوٹ کے تمام اقسام میں سے وہ جھوٹ زیادہ سنگین ہے جو خدا اور رسول اور آئمہ ہدیٰ پر بولا جائے اور اس کی مذمت کے لیے یہی امر کافی ہے کہ یہ جھوٹ روزہ کو باطل کر دیتا ہے اور علی الاقویٰ قضا اور کفارہ دونوں کا موجب ہوتا ہے (اعاذنا اللہ منہ) نجات کا دارومدار صداقت پر ہے۔ یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین الصدق ینجی و الکذب یہلک۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا کام تجھ سے قوموں کی امامت کا

ازالہ اشتباہ:۔

مجلس خواں طبقہ کے بعض زیرک و چالاک حضرات اپنے اس گھناؤنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے حضرت امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے ساتھ تمسک کیا کرتے ہیں کہ اذا حدثتم بحدیث فاسندوہ الی الذی حدثکم فان کان حقا فلکم و ان کان کذبا فعلیہ۔ یعنی جب کوئی حدیث نقل کرو تو اسے ایسے شخص کی طرف منسوب کرو جس نے تم سے بیان کی ہے پس اگر وہ حدیث سچی ہوئی تو اس کا فائدہ تم کو ملے گا اور اگر جھوٹی ہوئی تو اس کا ضرر اس شخص کو ہوگا۔ اس طرح وہ بلا تحاشہ ہر کس و ناکس اور ہر قسم کے رطب و یابس کے مجموعہ کتب و رسائل میں لکھے ہوئے واقعات کو بلا تامل نسبت دے کر بیان کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس فرمان کے تحت ان کا یہ طریقہ کار قانون شریعت کے مطابق ہے یہ درست ہے کہ یہ حدیث شریف قدرے مجمل ہے اس میں ناقل کی کوئی قید نہیں کہ وہ کیسا ہونا چاہیے ثقہ ہو یا غیر ثقہ صادق ہو یا کاذب نیک ہو یا بد وغیرہ مگر چونکہ قاعدہ ہے کہ ان الاحادیث یفسر بعضھا بعضا بعض حدیثیں دوسری بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ خود جناب امیر

المومنین اور دیگر آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ایسے فرامین موجود ہیں جن سے اس مجمل حدیث کی وضاحت ہو جاتی ہے اور ان کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ناقل حدیث یا مصنف کتاب کا ثقہ ہونا ضروری ہے اگر غیر ثقہ آدمی سے کوئی واقعہ بلا تحقیق و تدقیق نقل کیا گیا تو یہ ناقل خود دروغ گویوں کے زمرہ میں داخل ہو جائے گا چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام جناب حارث ہمدانی سے فرماتے ہیں۔ ولا تحدث الناس بکل ما سمعت فکفی بذلک کذبا جو کچھ تم نے سن رکھا ہے وہ سب کچھ لوگوں سے بیان نہ کرو ورنہ تمہارے جھوٹا ہونے کے لیے یہی امر کافی ہوگا (نہج البلاغہ) نیز انہی جناب سے بروایت امام محمد باقر علیہ السلام مروی ہے کہ آنجناب نے امام حسین علیہ السلام کو وصیت میں فرمایا۔ ولا تحدثن الا عن ثقۃ فتکون کذابا والکذب ذل۔ بغیر قابل وثوق آدمی کے اور کسی سے کوئی حدیث نقل نہ کرو۔ ورنہ تم دروغ گو قرار پاؤ گے اور دروغ گوئی باعث ذلت و خواری ہے (کشف المحجہ سید اجل ابن طاؤس علیہ الرحمۃ)

ان [illegible] [illegible] سے سنی ہوئی بات کا نقل کرنے والا شرعاً بری الذمہ نہیں ہو سکتا بلکہ ضروری ہے کہ کسی قابل وثوق آدمی سے سن کر یا کسی ثقہ آدمی کی کتاب سے دیکھ کر اور نسبت دے کر بیان کرے اور ایسا کرنے والا ہی اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے ورنہ اس کا شمار زمرہ کاذبین میں ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اگر ہر کس و ناکس سے نقل کردہ حدیث کو اس کی طرف نسبت دے کر بیان کرنا صحیح ہو تو فریقین کا علم رجال اور علم درایۃ الحدیث اور اس کی بے شمار کتابیں ایک دفتر بے معنی ہو کر رہ جائیں گی اور اس سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ ایک عبث اور بے کار فعل بن جائیں گی نیز اس طرح یہ آیت مبارکہ بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گی جس میں خدائے حکیم نے فاسق آدمی کی چھان بین کرنے کا حکم دیا ہے۔ اذا جاءکم فاسق بنباء فتبینوا کہ جب فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی اچھی طرح چھان بین کرو (بلا تامل اس کی خبر کو قبول نہ کرو) پس معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا اپنے جھوٹ بولنے کے جواز میں یہ عذر پیش کرنا عذر لنگ اور "عذر گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہے اللھم ارزقنا صدق الحدیث فی القول والعمل

حرمت زیادہ واضح ہو جاتا ہے اس لیے ایسا کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا۔

یہ شبہ بھی شان مناقب شریعت سے بالکل مخرور بلکہ اس سے بھی کمزور ہے اور عقل و دانش سے کوسوں دور ہے کیونکہ اس پر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بیان امور شریعت کے ارتکاب سے زیادہ بکا زیادہ ہوتا ہے تو یہ چونکہ اطاعت بامر معصیت کے تحت آتا ہے جیسا کہ صاحب جواہر الکلام نے ایسے ہی ایک شبہ کے جواب میں فرمایا ہے **کونه معینا علی البکاء المرغب فیه طاعة الله بمعصیته** ۔لہذا اس کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارباب عقل و دانش جانتے ہیں کہ اگرچہ سرکار سید الشہداء یا دیگر آئمہ ہدیٰ کے مصائب و آلام پر رونا یا اس سے فضائل و مناقب کا بیان کرنا بہت بڑا فعل جمیل ہے اور موجب ثواب جزیل امر ہے لیکن پھر بھی ہے تو بہر حال مستحب اور کذب و افتراء اور غنا مسلم حرام ہیں عقل سلیم و شرع قویم اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی مستحب امر کی بجا آوری کسی حرام امر کے ارتکاب پر موقوف ہو تو اس کے لیے حرام کو جائز و حلال یا جائز قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس صورت میں وہ حرام اس مستحب امر کو بھی سے زیادہ تا [illegible] صورت آئمہ علیہم السلام جو کہ ثواب ہائے بے پایاں کی موجب ہے کی بجا آوری کسی دوسرے کے مال پر موقوف ہو تو آیا اس کے لیے مال غصب کرنا جائز ہو جائے گا؟!

حاشا و کلا مالکم کیف تحکمون ؟ الله اذن لکم ام علی الله تفترون

پانچواں شاہد:-

ہمارے مذکورہ بالا دعویٰ کی صداقت و حقانیت پر پانچواں شاہد یہ ہے کہ روضہ خواں طبقہ کے اکثر بلکہ تمام ذاکرین اور بعض مقررین بھی بالتحقیق غنا و سرود کا استعمال کر کے جہاں مجالس کی حقیقی شان کو خراب کرتے ہیں وہاں اپنی آخرت بھی برباد کرتے ہیں کیونکہ غنا و سرود کی حرمت اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے بلکہ ان ضروریات مذہب میں داخل ہے جن کا منکر دائرہ مذہب سے خارج سمجھا جاتا ہے ہمارے علماء اعلام و فقہائے عظام نے اس امر کی تصریحات فرمائی ہیں چنانچہ عالم ربانی حضرت شیخ یوسف بحرانی حدائق ناضرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ **ولا خلاف فی حرمته فیما اعلم** جہاں تک مجھے معلوم ہے غنا

کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسی طرح فقیہ اعظم صاحب جواہر الکلام اس کی حرمت کے بارے میں رقمطراز ہیں بلا خلاف اجدہ فیہ بل الاجماع بقسمیہ علیہ والسنۃ متواترۃ فیہ بل یمکن دعوی کونہ ضروریا فی المذھب۔ یعنی اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اس پر ہر دو قسم کا (محصل و منقول) اجماع قائم ہے اور اس کی حرمت کے بارے میں احادیث متواترہ موجود ہیں بلکہ اس کی حرمت کے ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہونے کا دعویٰ کرنا ممکن ہے اگرچہ ہم حرمت غنا کے متعلق اپنے تحقیقی مضمون "حرمت غنا اور اسلام" میں بہت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں تاہم یہاں اس کی حرمت کے متعلق بعض آیات و روایات کی طرف اجمالی اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ارشاد قدرت ہے۔ اجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (پ ۱۷ س حج ع ۱۱) بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو نیز قول زور سے اجتناب کرو۔ اس آیت مبارکہ میں قول زور کی جو تفسیر حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد غنا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر مجمع البیان وصافی و برہان وغیرہ)

(۲) ارشاد رب العزت ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین (پ ۲۱ س لقمان ع ۱۰) اور آدمیوں میں سے کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو بیہودہ باتوں کا خریدار ہے تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو راہ خدا سے بھٹکائے اور ان کی ہنسی اڑائے ایسے لوگوں کے واسطے عذاب رسوا کرنے والا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں لھو الحدیث کی تفسیر حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے غنا کے ساتھ فرمائی ہے آنجناب نے فرمایا الغنا مما اوعد اللہ علیہ النار کہ غنا ان گناہوں میں سے ہے جن پر خداوند عالم نے جہنم کی تہدید فرمائی ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (تفسیر صافی و برہان، اصول کافی وغیرہ)

(۳) حضرت صادق آل محمد فرماتے ہیں۔ الغنا عش النفاق کہ غنا مرض نفاق کا آشیانہ ہے۔

(۴) انہی بزرگوار سے مروی ہے فرمایا مجلس الغنا لا ینظر اللہ الی اھلہ غنا والی مجلس کی طرف خداوند عالم نظر رحمت نہیں فرماتا (وسائل الشیعہ [illegible] وغیرہ) ارباب انصاف غور فرمائیں کہ جس مجلس کی طرف خداوند عالم نظر رحمت نہ کرے ایسی مجلس شرف قبولیت کس طرح حاصل کر سکتی ہے۔

(۵) حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں استماع الغنا واللھو ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع۔ غنا کا سننا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی زراعت کو اگاتا ہے۔ (وسائل الشیعہ)

(۶) جناب زید شحام روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بیت الغناء لا تؤمن فیہ الفجیعۃ ولا تستجاب فیہ الدعوۃ ولا یدخلہ الملک (اصول کافی)

جس گھر میں غنا کا ارتکاب کیا جائے وہ ناگہانی مصیبت سے محفوظ نہیں ہوتا اور اس میں دعا مستجاب ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی فرشتہ رحمت داخل ہوتا ہے۔

اللہ اللہ جس جگہ نہ کوئی دعا قبول ہوتی ہو نہ کوئی فرشتہ رحمت داخل ہوتا ہو بلکہ الٹا عذاب وعقاب الٰہی کے نازل ہونے کا اندیشہ بھی ہو کیا ایسی مجلس کے پڑھنے یا پڑھانے یا سننے والے اجر و ثواب کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

کہ آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول من تغنی ابلیس لما اکل ادم من الشجرۃ

جناب جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا سب سے پہلے جو گانا گایا وہ شیطان تھا جب کہ حضرت آدم نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھایا تھا (من لا یحضرہ الفقیہ) اس روایت شریفہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جس قدر غنا کرنے والے لوگ گزرے ہیں یا موجود ہیں یا بعد میں آئیں گے وہ جس رنگ میں بھی اس کا ارتکاب کریں وہ شیطان رجیم کی ہی اتباع و پیروی متصور ہوگی۔ الم اعہد الیکم یا بنی آدم الا تعبدو الشیطن انہ لکم عدو مبین۔

مجالس وغیرہ عبادات میں غنا کی سنگینی اور بھی سخت ہے:۔

مخفی نہ رہے کہ حرمت غنا کے بارے میں جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے وہ عمومی لحاظ سے ہے لیکن

کیفیت صوتیہ کی حرمت میں کوئی فرق نہیں خواہ کلام حق میں ہو اور خواہ کلام باطل میں ۔ بنا بریں قرآن ، دعا اور مراثی میں ترجیع لہوی کے ساتھ پڑھنے کی حرمت اور اس کے عذاب کے دوگنے ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ یہ اطاعت کے مقام میں معصیت ہے اور اس طرح قرآن و خدا اور صاحب مرثیہ کی توہین و تذلیل ہوتی ہے " انہی حقائق سے متاثر ہو کر بعض علماء کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ الغناء فی المراثی کالزنا فی المساجد ۔ مجالس مراثی میں غنا کرنے کا عذاب و عقاب اس طرح دوگنا ہے جس طرح مساجد میں زنا کرنے کا ۔ اعاذنا اللہ منہ حضرت شیخ عباس قمی نے بھی غنا کی حرمت مطلقہ پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے (منتہی الآمال ج ۲ صفحہ ۱۷۲)

ایک قیاس بے اساس کی رد :-

ابو بصیر کی روایت کے مطابق جب شادی کے موقع پر کنیزوں کا گانا جائز ہے تو مجالس سید الشہداء میں غنا کیوں جائز نہیں ہے ؟ اس کے متعلق جواباً عرض ہے اولاً تو یہ قیاس ہے جو مذہب اہلبیت میں [illegible] قیاس آرائی پر عمل کرتا ہے وہ خود بھی ہلاک ہے اور لوگوں کو بھی ہلاک کرتا ہے " (ذاکری کا شرعی مقام) (اصول کافی ج ۱ صفحہ ۴۳) ثانیاً جس روایت پر قیاس کیا گیا ہے وہ روایت محققین کے نزدیک صحیح نہیں چنانچہ استاد المجتہدین علامہ انصاری مکاسب میں انکی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ولکن فی سند الروایات ابو بصیر و هو غیر صحیح یعنی ان روایات کی سند میں ابو بصیر ہے جو کہ صحیح نہیں ہے (مکاسب صفحہ ۴۰ طبع ایران) ثالثاً بعض محققین کا قول ہے کہ غنا کی حرمت زنا کی طرح ذاتی ہے جو قابل تخصیص نہیں ہے " وان تحریم الغناء کتحریم الزنا اخبارہ متواترۃ وادلتہ متکاثرۃ " (جواہر الکلام مجلد متاجر صفحہ ۲۷) یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر علماء مثل شیخ مفید ، سید رضی حلی ، ابن ادریس حلی ، علامہ حلی (و تذکرہ) فخر المحققین (در ایضاح) محقق حلی صاحب شرائع الاسلام حرمت غنا میں کسی استثناء کے قائل نہیں ہیں ۔ رابعاً جو حضرات شادی کے موقع پر کنیزوں [illegible] کے قائل ہیں وہ بھی صرف اسی ایک خاص صورت میں جائز

سکھتے ہیں یعنی گانے والی عورت ہو تو تقریب شادی ہو اور کوئی اجنبی آواز نہ سنے لہذا اگر گانے والا مرد ہو شادی کے علاوہ ختنہ وغیرہ کی کوئی تقریب ہو تو یہ اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ایسا کرنا قیاس ممنوع کے تحت میں داخل ہے۔ (فعلہ ینبغی الاقتصار علی خصوص المغنیة دون المغنی وعلی خصوص العرس دون الختان ونحوہ۔ جواہر صفحہ ۵ اعتراضیر جلد ۲۲ ج ۲) بنا بریں اس سے مراثی سید الشہداء میں غنا کا جواز کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ وھذا اوضح من ان یخفی۔

ایک شبہ کا ازالہ:-

روایت میں ہے فمن لم یتغن بالقرآن فلیس منا۔ جو شخص قرآن مجید کو غنا سے نہیں پڑھتا وہ ہم سے نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ غنا مطلقاً حرام نہیں ہے بلکہ قرآن میں جائز ہے اس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً تو یہ روایت طریق شیعہ سے مروی نہیں بلکہ عامہ کی ہے اس لیے ہمارے لیے سند و حجت نہیں ہے۔ (حدائق جلد ۲ ص ۲۲) ثانیاً یہ کہ اس کا وہ مطلب نہیں جو لیا جا رہا ہے بلکہ وہ مفہوم ہے جو علامہ طبرسی نے مقدمہ مجمع البیان (ص ۱۶) میں بیان فرمایا ہے کہ "تاولہ بعضھم بمعنی الاستغناء واکثر العلماء علی انہ تزیین الصوت و تحزینہ" یعنی بعض علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ اس سے مراد استغنا ہے یعنی جس کے پاس علم قرآن ہو اور پھر بھی اپنے تئیں غنی نہ سمجھے وہ ہم سے نہیں ہے۔ مگر اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ اس سے مراد آواز کو خوبصورت اور غمناک بنانا ہے لہذا غنا اور ہے اور تحسین الصوت چیزے دیگر۔ ثالثاً اگر سابقہ تاویل قبول نہ کی جائے تو پھر اس روایت کی طرح لازم ہے کیونکہ یہ ان روایات کے معارض ہے جو تعداد میں زیادہ اور سند میں صحیح ہیں جن میں قرآن کو غم و حزن اور حسن صوت کے ساتھ پڑھنے کا حکم اور غنا کے ساتھ پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اقرءوا القرآن بالحان العرب واصواتھا وایاکم ولحون اھل الفسق واھل الکبائر وسیجیئ من بعدی اقوام یرجعون القرآن ترجیع الغناء والنوح والرھبانیة لا یجوز تراقیھم

قلوبهم مقلوبة وقلوب من يعجبه شانهم " (مکاسب صفحہ ۳۹ حدائق صفحہ ۳۳ وغیرہ) قرآن کو عربوں کے لہجے میں پڑھو اور اہل فسق و فجور کے لہجے سے پرہیز کرو۔ میرے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن میں غنا و حدا اور رہبانیت والی ترجیع (گٹکری) کریں گے قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا اور ان کے دل ٹیڑھے ہوں گے اور جن لوگوں کو ان کی یہ ادا پسند ہوگی ان کے دل بھی ٹیڑھے ہوں گے" اس روایت سے اصول کافی کی اس روایت کا مفہوم بھی واضح ہو گیا جس میں قرآن کے اندر "ترجیع" کا حکم دیا گیا ہے کہ اس سے مراد تحسین الصوت ہے جیسا کہ خود اسی روایت کے اندر وارد ہے "**فان الله يحب الصوت الحسن**" کہ خدا اچھی آواز کو دوست رکھتا ہے" غنا اور ہے اور اچھی آواز اور علمی اصطلاح میں ان کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہے (**کما لا یخفی**)

ایضاح:۔

بعض مؤلفین اپنی پوری کاوش اور صرف کرکے جناب فاضل دربندی مرحوم کا نام ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ مرثیہ الحسین میں غنا جائز ہے اور اس سے حرمت غنا پر ہمارے دعوائے اجماع کو غلط ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اولاً اگر ان کو فن اصول فقہ کی کتب پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو ایسا بھونڈا ایراد نہ کرتے اور اجماع سے کسی معلوم النسب شخص کا خارج ہونا مضر نہیں ہے (ملاحظہ ہو۔ قوانین الاصول، ضوابط الاصول اور الفصول وغیرہ) ثانیاً سرکار آقائے دربندی کی علمی و عملی جلالت قدر کا ہمیں انکار نہیں ہے مگر جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے اور بالخصوص واقعہ کربلا کے متعلق بالخصوص اسرار الشہادۃ لکھنے کے سلسلہ میں اس سے مرحوم کو دور کا بھی واسطہ نہیں جیسا کہ خود اسی کتاب کے باخبر ناظرین پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔ تفصیلات دیکھنے کے شائقین حضرت محدث نوری مرحوم کی کتاب لؤلؤ و مرجان کا مطالعہ فرما کر اطمینان قلب حاصل کر سکتے ہیں لہٰذا ان کی مخالفت باعث قدح نہیں **کما لا یخفی علی ارباب التحقیق**۔ لہٰذا حق بات وہی ہے جو ہم بعض اعلام کی زبانی نقل کر چکے ہیں کہ قرآن، دعا اور مراثی سید الشہداء میں غنا کا عذاب وعقاب زیادہ ہے۔ **واللہ العاصم**۔

انقلاب روزگار:-

یہ امر بھی نیرنگئی روزگار کا شاہکار ہے کہ ہم جب کسی چیز کو حرام یا حلال ثابت کرنا چاہتے ہیں تو قانون شریعت کے مطابق اس کی حلت یا حرمت پر قرآن اور سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے فرمان سے دلائل پیش کرتے ہیں اور ہمارے کرم فرما جب ہمارے خلاف خامہ فرسائی فرماتے ہیں تو سعدی شیرازی اور ڈاکٹر اقبال کے اشعار سے حلت و حرمت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ جسے شک ہے وہ حضرت اللہ و کریم صفحہ ۵ پر عنوان "راگ حلال اور راگ حرام کا فرق" اور صفحہ ۷ پر وہ اشعار بذیل عنوان "سرود حلال" "سرود حرام" دیکھ سکتا ہے۔ ع انقلابات ہیں زمانے کے!!! اس کمبخت غنا و سرود نے ہماری مجالس عزا کا بالکل رنگ ہی بدل دیا ہے ایک غیر جانبدار مخلص موجودہ مجالس کی کیفیت دیکھ کر یہ امتیاز نہیں کر سکتا کہ قصیدہ پڑھا جا رہا ہے یا کوئی فلمی گانا گایا جا رہا ہے انہی حالات سے متاثر ہو کر [illegible] بابت جون ۲۳ء 1962 میں ان مجالس کے متعلق لکھا تھا۔

ایک ناواقف شخص انہیں دیکھ یا سن کر یہ محسوس ہی نہیں کر سکتا کہ یہ مجلس عزا ہے یا محفل سرود نشاط جب ایک اچھا گانے والا اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے تو سامعین سے واہ واہ سبحان اللہ کا وہ شور مچتا ہے کہ تحسین کے ڈونگرے برس پڑتے ہیں ایک ناواقف شخص باہر سے سننے والا اسے مجلس عزا تو کیا سمجھے گا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کسی تھیٹر یا سینما کا تماشا ہے یا اگر بٹیر بازی کا شوقین ہے تو یہ سمجھے گا کہ بٹیر لڑائے جا رہے ہیں اور اگر وہ نیک منش انسان ہے تو اپنے حسن ظن کی بنا پر یہ خیال کرے گا کہ کوئی مشاعرہ ہے جس میں غزل خوانی ہو رہی ہے۔" حضرت مولانا کا یہ خیال آج سے قریباً ۲۳ سال پہلے کا ہے آج حالات اس سے بھی زیادہ ابتر ہو چکے ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔ خلاصہ یہ کہ آج کل مجالس کی کامیابی کا دارومدار صرف دو باتوں پر رہ گیا ہے ابتداء میں مجلس کو گرم کرنے کے لیے خوب جھوٹی خواہ لغویات یا واہیات قصے کہانیاں اور لطیفے بلکہ فحش گوئی کر کے کہی اور پھر فی الفور مبارزت ابیخت سے شرکاء مجلس کو خوب رلا دیا جائے اور حقیقی یا مصنوعی گریہ کا شور بلند کر دیا جائے۔ اگرچہ ضعیف اور من گھڑت روایات سے

کبھی اللہ بس باقی ہوس کیا مجلس عزاء حسین علیہ السلام کی یہی شان ہے؟ کیا عزاداروں اور سوگواروں کی یہی کیفیت ہوتی ہے؟ کیا اقوام عالم کے سامنے معصومین کی سیرت و کردار پیش کرنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟ کیا مذہبی عبادات و رسوم کی ادائیگی کا یہی سلیقہ ہوتا ہے ہم ان سوالوں کے جوابات کو ارباب عقل و انصاف کے عدل و داد و دانش و بینش پر چھوڑتے ہیں۔

ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

ہم یہاں ارباب بست و کشاد کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مولا علی والو

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خلاصۃ المرام اینکہ ہم چاہتے ہیں کہ مجالس عزا پڑھنے پڑھانے پر اجرت طے نہ کی جائے اور ان مجالس میں صحیح فضائل و مصائب اور معتبر روایات بیان کے جائیں اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مستند کتب [illegible] کی تصحیح کرالی جائے اور ہم آخری اور اہم اصلاح یہ چاہتے ہیں کہ غنا و سرود سے کلی اجتناب کیا جائے ہاں حسن صوت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ واقعہ کربلا پر ہماری تحقیقی کتاب "سعادت الدارین فی مقتل الحسین" عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے[1] ہم نے اتمام حجت کی خاطر اس میں تمام مستند و معتبر واقعات کربلا درج کر دیے ہیں۔ واللہ الموفق۔

ع کس کی زباں کھلے گی پھر ہم نہ گر سنا سکے

من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له في الآخرة من نصيب

جب کہ ہم اپنے دعویٰ کے پہلے جزو کو شواہد و بینات سے ثابت کر چکے تو اب اپنے دعویٰ کے دوسرے جزو پر بھی شواہد و بینات پیش کرتے ہیں۔

---

[1] بحمداللہ تعالیٰ یہ کتاب چھپ چکی ہے [illegible] مقبول عام ہو کر ختم بھی ہو چکا ہے [illegible] دوسرے ایڈیشن کا انتظار ہے۔ [illegible]

بانیان کرام اور سامعین عظام کی اکثریت میں اخلاص کے فقدان کا بیان

پہلا شاہد:-

اس مطلب پر پہلا شاہد یہ ہے کہ آج مجالس میں تیری میری مجلس کی تفریق پائی جاتی ہے جس کا نتیجہ مجالس عزاء کے باہمی تصادم کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ یہ طرز عمل روح اخلاص کے منافی ہے جب ہر مجلس مجلس حسین ہے اور محض حسین کے لیے ہے اور اس کے انعقاد کا مقصد خوشنودی خدا و آئمہ ہدیٰ حاصل کرنا اور دین حق کی نشر و اشاعت کرنا ہے تو پھر یہ تیری مجلس میری مجلس فلاں اور فلاں کی مجلس کے کیا معنی ہیں؟ یہ تفریق کیسی ہے؟ جب یہ مجلس عبادت ہے تو عبادت وہی ہوتی ہے جس میں خلوص ہو بلکہ کامل عبادت تو وہ ہوتی ہے جس کی بجا آوری میں جنت کی طمع اور جہنم کے خوف کا جذبہ بھی کارفرما نہ ہو بلکہ محض خاصاً لوجہ اللہ اور با اخلاص ہو جس طرح حضرت امیر المومنین بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں الٰہی ما عبدتک طمعاً فی جنتک ولا خوفا من نارک بل وجدتک اھلا للعبادۃ فعبدتک ۔ جب سے یہ میری تیری مجلس کی تفریق شروع ہوئی ہے اسی وقت سے مجالس و محافل کے باہمی تصادم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے آج مجلس سے مجلس ٹکرا رہی ہے جلوس سے جلوس ٹکر لے رہا ہے۔ محفل سے محفل متصادم ہو رہی ہے ہر بانی مجلس و محفل اور ماتم کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی مجلس و محفل اور اس کا جلوس ماتم کامیاب ہو جائے خواہ دوسرے کا کامیاب ہو اور خواہ نہ ہو بلکہ آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ دوسرے کی مجلس اور جلوس کو ناکام بنانے کے لیے پورا زور صرف کیا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ محلے محلے بلکہ خاندان خاندان بلکہ فرد فرد کی مجلس علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہر امر میں خواہ دینی ہو یا دنیوی اقتصاد و درمیانہ روی کی ضرورت ہے۔ افراط و تفریط ہر دو مذموم ہیں جو چیز بھی اعتدال سے کم یا زیادہ ہو وہ اچھی نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ وہ اگر عبادت بھی ہو تو وہ عبادت نہیں رہتی لہٰذا مجالس عزاء میں بھی اس اصول کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے تاکہ [illegible]

ہوں اور انتظام امور معاد یا معاش میں حارج۔ اس طرح خود مجالس کی شان اور افادیت بھی ختم ہو جاتی ہے بنا بریں اگر کوئی چھوٹی سی بستی ہے تو اس میں ایک وقت میں صرف ایک جگہ ہی مجلس منعقد ہونی چاہیے اور اگر کسی وجہ سے دو جگہ انعقاد ضروری ہو تو اس طرح انتظام کرنا چاہیے کہ ایک دن میں اور دوسری رات میں کریں۔ ہاں بڑے شہروں میں ایک سے زائد مجالس کا انعقاد ایک ہی وقت میں اس وقت عمل میں لایا جا سکتا ہے جب کہ ایک جگہ سب لوگوں کا اکٹھا ہونا ناممکن یا ہر گوشہ سے وہاں پہنچنا سخت دشوار ہو ورنہ ایک ہی مجلس پر اکتفا کرنا چاہیے۔ اسی میں مذہب و مجلس کی شان و شکوہ پوشیدہ ہے اور اسی صورت میں ان کے انعقاد کی افادیت مضمر ہے اصل مقصد تو یہ ہے کہ عزاداروں میں سرکار امام حسینؑ اور ان کے اعوان و انصار کے اوصاف حمیدہ پیدا کئے جائیں اور دنیا جانتی ہے کہ نظم و ضبط اور اتحاد و اتفاق کا جو نقشہ کربلا والوں نے پیش کیا ہے۔ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے لہٰذا اگر آج ہم نے ان مجالس کے انعقاد سے یہ وصف جلیل اپنے اندر پیدا نہیں کیا جاتا۔ اگر ہماری مجالس میں یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان مجالس عزا کی روح کو فنا اور ان کے افادی پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے ایسے عمل کا کیا فائدہ جو جسد بلا روح ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب تک یہ میری تیری مجلس کی تفریق ختم نہ ہوگی یہ مجالس خالص مجالس حسینیؑ نہیں ہو سکتیں اور نہ ان سے روح حسینؑ خوشنود ہو سکتی ہے (رسالہ البرہان)

دوسرا شاہد:۔

اس مطلب کے اثبات پر کہ مجلس عزا منعقد ہونے والوں کی اکثریت دولت اخلاص سے تہی دامن ہوتی ہے دوسرا شاہد یہ ہے کہ ان مجالس کے انعقاد سے محض نمود کی خواہش اور اپنے مخالفین کی نمائش اور دوسروں کی تحقیر کے ساتھ ساتھ اپنے تفوق اور ریاکاری کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور اسی غلط جذبہ سے سرشار ہو کر وہ اس وقت ایسے ایسے امور کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جو کہ شرعاً جائز یا کم از کم مرغوب نہیں ہیں اس سلسلہ میں بڑے تکلفات و بدعات سے کام لیا جاتا ہے تکلفات کے ساتھ نمود اور نمود کے ساتھ اسراف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مقررین و ذاکرین کی خوبیت فقدان امام بارگاہوں کی تزئین

وآرائش جہاں جہاز فانوس اور آئینے وغیرہ سامان سے ان کی اس طرح زیبائش کی جاتی ہے کہ وہ بجائے عزا خانے کے محفل یا نشاط خانے معلوم ہوتے ہیں اور بے جا تکلفات میں پڑکر ایسے ایسے اہتمام کئے جاتے ہیں جو کہ خوشی و مسرت کے جشنوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور مجالس غم کے ساتھ انہیں دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان اسباب عیش و سرور کو عزائے سید الشہدا ارواحنا له الفداء کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

بہرحال اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ یہ چیزیں رفتہ رفتہ جزو عزاداری بنتی جا رہی ہیں اور اس طرح عزاداری کی اصل روح یعنی سادگی اور خلوص اعتقادی مجروح بلکہ معدوم ہوتی جا رہی ہے اور یہی ظاہری رسوم وقیود اصل حقیقت کی جگہ لیتی جا رہی ہیں سادگی تو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور عبادات میں تو اور بھی اس کی تاکید ہے اسی بنا پر مساجد کو سادہ و بے تکلف بنانے کا حکم ہے اور ان میں سونے چاندی سے نقش و نگار کرنا ممنوع ہے اور اس سے ریا و نمود کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں تمام مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں اور عبادات ریا کاری کا ذریعہ بن جاتی ہیں ہم سابقا ریا و سمعہ کی مذمت کے متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ یہاں اس کا تکرار کر کے قارئین کرام کے لیے سامان تکدر طبع نہیں فراہم کرنا چاہتے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم جملہ اہل ایمان کو خالصاً لوجہ اللہ تمام اعمال و عبادات (جن میں مجالس عزا بھی داخل ہیں) بجا لانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ریا و سمعہ ایسی مہلک روحانی امراض سے نجات عطا فرمائے جنہیں قرآنی اصطلاح میں شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل اعاذنا الله منه و جمیع المومنین بجاه النبی وآله الطاهرین

تیسرا شاہد:-

مذکورہ بالا مدعا کے اثبات پر تیسرا شاہد یہ ہے کہ اگر کوئی پڑھنے والا خدا رسول اور آئمہ ہدیٰ کی منشا کے عین مطابق سادہ اور صحیح طریقہ پر پڑھتا ہے تو نہ بانیان مجالس اس کے بیان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نہ ہی سامعین کرام شرکت کی زحمت گوارا کرتے ہیں بلکہ بانی و سامع ہمیشہ ایسے

پڑھنے والوں کو تلاش کرتی ہیں جن کی پڑھائی میں تعیشِ دماغی کے پورے سامان مہیا ہوں ان کی یہ
روش رفتار اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ وہ مجلس کو مجلسِ حسینؑ سمجھ کر نہیں منعقد کرتے اور سنتے بلکہ
عبادت کی آڑ لے کر تعیشِ دماغی اور تفریحِ طبع حاصل کرنا چاہتے ہیں واقعہ کربلا خود ایسا رقت خیز
سانحہ ہے جس کی دردانگیز حالت اپنی مثال آپ ہے یہ ممکن نہیں کہ کسی قلب میں ذرہ بھر بھی محبت
اہل بیت ہو اور یہ سانحہ سنے اور اس کی آنکھ اس غم میں اشکبار نہ ہو اور اس کے دل پر چوٹ نہ
لگے۔ خود سرکار سید الشہداء علیہ افضل التحیۃ والثنا کا ارشاد ہے۔ **انا قتیل العبرۃ ما ذکرنی
مومن الا استعبرت عیناہ** (نفس المہموم وغیرہ) میں آنسوؤں کا ذبح شدہ ہوں کوئی بھی مومن
مجھے یاد نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں بایں ہمہ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں
کہ مظلوم غریب کے مصائب و آلام پر چند اشک غم بہانے کے لیے فضول تکلفات و سیاسیات کی کیا
ضرورت ہے؟ کیا نوبت شعر و شاعری اور پڑھنے والے کے راگ و سرود کے بغیر گریہ و بکا نہیں ہوتا؟ اگر کسی
کا کوئی عزیز [illegible] منعقد کر کے ماحول
بنایا جائے اور راگ رنگ کرنے سے رویا جاتا ہے؟

اگر اس میں ایسا نہیں ہوتا اور یقیناً ایسا نہیں ہوتا تو شہدائے اہل بیت کے ساتھ کم از کم وہی سلوک
تو روا رکھا جائے جو اپنے مرنے والوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے حالانکہ درحقیقت نہ ہمارے مرنے والے کو
اہل بیت کے ساتھ کوئی نسبت ہے اور نہ ہمارے مصائب کو ان کے مصائب و آلام کے ساتھ کوئی واسطہ

لا یقاس بآل محمد احد من الناس (نہج البلاغہ) کیونکہ۔

آں زمیں را آسمانے دیگر است

لہٰذا اگر بانیان کرام و سامعین عظام خوشنودی خدا و رسولؐ کے لیے یہ مجالس عزا منعقد کرتے ہیں تو
انہیں لازم ہے ان تکلفات باردہ کو خیرباد کہہ کر اہل بیت کے بلا تکلف سچے فضائل و مصائب سننے کی
عادت ڈالیں اور پڑھنے والے بھی خلوص نیت سے حقائق بیان کریں نیز مجالس میں کسی فرقہ کی دل
آزاری سے مکمل احتراز کیا جائے کیونکہ آئمہ اطہار کا حکم ہے۔ **دعهم ولا تنفروا** اپنے قول و فعل

سے لوگوں کو دین حق کی طرف رغبت دلاؤ۔ حضرت مولانا کے بیان کے مطابق ہماری مجالس و محافل اخلاقی ادارے ہیں ان میں کسی اسلامی فرقہ کی دل آزاری نہیں ہونی چاہیے بلکہ ایسا طرز مجلس خوانی اختیار کرنا چاہیے کہ برادران اسلامی شوق سے شرکت کریں اور سرکار حسینؑ میں اپنی عقیدت و ارادت کے پھول نثار کریں نیز اگر پڑھنے والے بعض مخصوص افراد کے پیش نظر یہ روش اختیار نہ کرنا چاہیں تو بانیان کرام و سامعین عظام کا فرض ہے کہ ان کو اس ڈگر پر مجبور کریں کیونکہ ؎

یہاں پہنچ کر رہرو راہ بے تگی ہیں جو جادہ پیما ہیں
نہ رہبر کے اشارے پہ نہ منزل کے سہارے پہ

بہر کیف بقول میر انیس مرحوم ؎

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

چوتھا شاہد:-

مذکورۃ الصدر دعویٰ کے اثبات پر چوتھا شاہد یہ ہے کہ بانیان مجالس و محافل نیز سامعین کرام مجالس مبارکہ پڑھے جانے کے سلسلہ میں صحیح عقیدہ اور بدعقیدہ و صادق القول اور کاذب اللہجہ، صالح العمل اور بدعمل میں کوئی امتیاز نہیں کرتے حالانکہ اگر یہ مجالس خالصاً لوجہ اللہ منعقد کی جائیں تو لازم ہے کہ بدعقیدہ اور بدعمل افراد کو منبر کے قریب تک نہ آنے دیا جائے کیونکہ جب پڑھنے والا خود ہی "خویشتن گم است کرا رہبری کند" کا مصداق ہے تو اس سے افادہ اور استفادہ کی توقع کیا ہو سکتی ہے؟

ضروری ہے کہ منبر پر آنے والوں کے عقائد و اعمال شریعت مقدسہ کے عین مطابق ہوں یا کم از کم بقول صاحب زبدۃ البیان موذن کی طرح صرف ان کی خوش آوازی کی وجہ سے ان کو منبر پر جگہ نہ دی جائے اگرچہ اعتقاداً و عملاً بے شعور ہی ہوں۔

موذن حمص کا عجیب واقعہ:-

موذن حمص کا واقعہ یوں ہے کہ ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ میں حمص شہر میں وارد ہوا جب نماز کا وقت ہوا تو ایک خوش آواز شخص نے اذان دینا شروع کی جب فقرہ "اشہد ان محمدا رسول اللہ" پر پہنچا تو اس نے اسے یوں بگاڑ کر ادا کیا "ان اھل حمص یشھدون ان محمدا رسول اللہ" یعنی حمص کے لوگ گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد خدا کے رسول ہیں۔ میں نے قاضی شہر سے حقیقت حال دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارا جو موذن مقرر ہے وہ تعطیلات پر گیا ہوا ہے اس کے جانے کے بعد ہمیں ایک خوش آواز موذن کی ضرورت تھی ایسا شخص بدقسمتی سے مسلمانوں میں تو نہ ملا اس لیے ہم نے چند روز کے لیے ایک یہودی کی خدمات مستعار لی ہیں اور چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا قائل نہیں ہے اس لیے وہ ان اھل حمص یشھدون ان محمدا رسول اللہ کہتا ہے" ہمارے [illegible] بھی [illegible] قائم کر [illegible] بس ہم نے تو سرکار امام حسینؑ کی مجلس سننا ہے مجلس پڑھنے والے کی سیرت و کردار سے کیا سروکار ہے اگر ان حضرات کا یہ نظریہ صحیح ہے تو ان کو برادران اسلامی پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے جب وہ ہر نیک و بد آدمی کی اقتداء میں یہ کہہ کر نماز پڑھ لیتے ہیں کہ ہم نے تو قرآن کے پیچھے نماز پڑھنا ہے ہمیں پیشنماز کے اعمال وافعال سے کیا واسطہ ہے؟ لیکن اگر ان لوگوں کی روش غلط ہے تو ان کی رفتار بھی روح اسلام کے منافی ہے اگر غیر عادل نماز نہیں پڑھا سکتا۔ تو ہر کس و ناکس منبر رسولؐ پر بھی قدم نہیں رکھ سکتا بہر کیف یہ نظریہ غلط ہے اور سراسر غلط اس کی اصلاح ضروری ہے۔ ورنہ مجالس ومحافل کے انعقاد سے جو اغراض و مقاصد مطلوب ہیں وہ کبھی حاصل نہ ہو سکیں گے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک مجالس کو مجالس حسینیؑ سمجھ کر نہ منعقد کیا جائے لیکن جب تک ان میں تعیش دماغی اور حظ نفس حاصل کرنے کے اسباب تلاش کیے جائیں گے۔ اس وقت تک اصلاح احوال ناممکن ہے اور جب تک یہ نہیں اس وقت تک قبولیت اور اجر وثواب کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا بلکہ

جو کچھ بھی ہے تکلف و وہم خیال ہے

ہمارے کردار کی بلندی کو دیکھتے جائیں اور ولایت اہلبیت کا اقرار کرتے جائیں۔ کس قدر بہتر ہو کہ خواہ مجلس عزا ہو رہی ہو یا جلوس عزا رواں دواں ہو مگر جونہی نماز فریضہ کا وقت شروع ہو سوگواران حسین مجلس و جلوس کو موقوف کر کے وہیں پڑھنا شروع کر دیں اور اگر جماعت کے ساتھ ہو تو اور بھی نور علی نور ہے پھر دیکھیں کہ ان کی اس روش و رفتار کا اغیار پر کیا اثر پڑتا ہے اور مجلس وجلوس کی افادیت کو کیونکر چار چاند لگتے ہیں والله الموفق والمعین۔

وضاحت:-

کوئی کوتاہ اندیش یہ نہ سمجھے کہ اب تک پڑھنے اور سننے والوں کی اکثریت کے جس عدم اخلاص کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ ان بعض الظن اثم کی زد میں آتا ہے اور ظنوا بالمومنین خیرا کے خلاف ہے اس لیے ہم اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ سطور بالا میں جو کچھ لکھا گیا ہے وعلم ویقین کی بنا پر لکھا گیا ہے نہ ظن وتخمین کی بنا پر جیسا کہ مذکورہ بالا شواہد ودلائل سے ظاہر ہے اور جہاں علم ویقین آجائے وہاں ظن وگمان [illegible] رام اور مقررین عظام نیز سامعین کرام میں چند لوگ دولت اخلاص سے مالا مال بھی موجود ہیں مگر وہ النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے ہیں۔ وقلیل ماھم

اب ہم چاہتے ہیں کہ ذیل میں کتاب کبریت احمر، اللؤلؤ والمرجان، مفتی الآمال اور مجاہد اعظم حصہ اول وغیرہ بعض کتب معتبرہ سے مع اضافات جدیدہ ومفیدہ بعض ان آداب وشرائط کا اجمالی تذکرہ کر دیں جن کا مجلس خواں یا سامعین کرام یا خود مجلس سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے چنانچہ پہلے ہم ان دس اہم آداب کا ذکر کرتے ہیں جن کا واعظین کرام وحضرات مجلس خوان کے ساتھ ارتباط ہے بعد ازاں دوسرے آداب کا تذکرہ کیا جائے گا (انشاء اللہ العزیز)

مجلس خواں گروہ کے دہ گانہ وظائف کا بیان:-

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ حقیقت ملحوظ خاطر رکھنی لازم ہے کہ اوپر اس جلیل القدر طبقے کے

جو کہ اس قدر محامد و مناقب بیان کیے گئے ہیں ان کو حاصل کرنے اور اس مقدس گروہ میں داخل ہونے کے لیے علاوہ ان شرائط کے جو سابقہ بیانات میں درج ہو چکی ہیں بعض دیگر آداب و وظائف کی بجا آوری بھی اشد ضروری ہے جن میں سے بعض آداب وجودی ہیں اور بعض عدمی یہاں ان ہر دو کا اجمالی تذکرہ اور نہایت اختصار کے ساتھ ان پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ **واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب**

پہلا وظیفہ صحت عقیدہ!

تمام ادیان و مذاہب میں بالعموم اور دین اسلام میں بالخصوص صحت عقائد کو جو اہمیت دی گئی ہے وہ ارباب بصیرت پر مخفی و مستور نہیں ہے تمام انسانی اقوال و افعال اور سب حرکات و سکنات الغرض تمام عبادات کی قبولیت کا دار و مدار صحت عقیدہ پر ہے اور جزا و سزا کا اسی پر انحصار قرار دیا گیا ہے۔ عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے ہی کافر و [illegible] ابدالآباد تک جہنم میں رہیں گے **من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ ان اللہ حرمھما علی الکافرین** اور یہ عقیدہ ہی تو ہے جس کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے بدعقیدہ رکھنے والوں کے تمام اعمال صالحہ ضائع و اکارت ہو گئے ارشاد قدرت ہے۔ **قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا** (پ ۱۶ الکہف ع ۳) "کیا میں تم کو ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو باوجود اعمال (صالحہ) بجا لانے کے بھی خسارے میں ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام کوششیں رائیگاں ہو گئیں حالانکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔"

عقیدہ میں معمولی سا خلل **خلود فی النار** کا موجب بن جاتا ہے بنا بریں اصول و عقائد کی اہمیت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور اخروی فلاح کا اسی پر دار و مدار و انحصار ہے اس لیے شرع قویم و عقل سلیم فیصلہ کرتی ہے کہ سب سے پہلے ہر مکلف کو بالعموم اور مبلغ کو بالخصوص اصول اسلامیہ و عقائد امامیہ کا دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے ساتھ اس طرح مستحکم و مضبوط کرنا واجب و لازم ہے کہ **تزول الجبال**

بغیر سماع من عالم صادق الزمه الله التیه الی الفناء جو شخص کسی حقیقی عالم صادق سے بغیر کوئی عقیدہ قائم کرے اسے مرتے دم تک خدا (دینی امور میں) سرگرداں رکھتا ہے آج باوجود مجالس و محافل کی کثرت بے شمار عقائد میں بجائے پختگی کے الٹا ان میں اختلاف و افتراق اس کا سبب یہی ہے کہ لوگ علماء حق سے دور ہو گئے ہیں اور غلط ہو کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اس لیے اب قوم کی اکثریت کی ذہنی حالت اس قدر ماؤف و مفلوج ہو چکی ہے کہ اس میں فاضل و مفضول صالح و طالح ہادی و مضل، محق و مبطل اور عالم و جاہل میں تمیز کرنے کی قوت ہی مفقود ہو چکی ہے چنانچہ ہم اتباع کل ناعق "دوہڑے کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس کے عقائد و اطوار اور سیرت و کردار کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ جاتا ہے تو بموجب "فر من المطر و قام تحت المیزاب" اس سے بھی بدتر کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور زبان حال سے پکار رہے ہوتے ہیں۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ

پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

افسوس جس قوم کے نام نہاد مبلغین و مقررین و ذاکرین کی اکثریت کے اپنے اعتقادات غلط اور بے بنیاد ہوں وہ دوسروں کے عقائد کی کیا خاک اصلاح کریں گے۔

سچ ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیهدیهم سبیل الهالکینا

الغرض ع

[illegible]

یہ حقیقت اگرچہ بہت تلخ ہے مگر ہے بہرحال حقیقت کہ یہ عقیدہ و عمل ملاؤں کا وجود ابلیس کے وجود سے بھی قوم و ملت کے لیے زیادہ ضرر رساں اور نقصان دہ دینی کا باعث ہے۔ واللہ العاصم

قوم کی حالت زار:-

یہ حقیقت عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے کہ وہ قوم جو ان چہاردہ معصومین کی نام لیوا ہے جو تعداد میں کبھی پانچ کبھی بارہ اور کبھی چودہ نظر آتے ہیں مگر مقام اعتقاد و عمل میں سب ایک دکھائی دیتے ہیں۔ (قول واحد منهم قول بأجمعهم) اس کے اختلاف و افتراق کا یہ عالم ہے کہ آج جتنے ملا ہیں اتنے ہی عقائد ہیں اور جتنے افراد قوم ہیں اتنے ہی نظریات ہیں آہ فسلیک علی الاسلام من کان باکیا بعض سادہ لوح عوام آج ملاؤں کے ذاتی اقتدار کے دنگل و اکھاڑے دیکھ کر جو اپنے ذاتیات پر بحث دینیات کا لیبل لگا لیتے ہیں۔ مذہب حق سے بھی متنفر نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کا اعتقاد اقدام ہے۔ طلب افضل اور رجوع الی الاکمل کا جوہر انسانی فطرت و سرشت میں داخل ہے۔ مریض کا اچھے حکیم کی طرف، مستغیث کا اچھی عدالت اور بہترین وکیل کی طرف [illegible] ماہرین کی طرف رجوع کرنا اسی انسانی فطرت کے عملی مظاہر ہیں تو معصومین کے معاملہ میں اس جوہر ذاتی کو کیوں معطل کر دیا جاتا ہے؟ یہاں ملاؤں کے باہمی اختلاف و انتشار کی صورت میں افضل افراد کی طرف کیوں رجوع نہیں کیا جاتا؟ اور اپنے مراکز علم، علماء کی طرف رجوع کر کے حق و باطل میں کیوں فیصلہ نہیں کرایا جاتا؟؟

ہمارے مذہب کا تو سنگ بنیاد ہی افضل و مفضول کے امتیاز پر قائم ہے۔

کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی کیا ہماری قوم زمانہ غیبت امام عالی مقام میں شتر بے مہار ہے؟ اس کی زمام قیادت کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا اس کی رشد و ہدایت کا بادیان دین نے کوئی انتظام و انصرام نہیں فرمایا؟ حاشا و کلا خدا کی آخری حجت نے اس وقت تک غیبت اختیار ہی نہیں فرمائی جب تک اپنے نام لیواؤں کی دینی رہبری کا انتظام نہیں فرما لیا۔ فرماتے ہیں۔ اما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة احاديثنا۔ نئے مسائل میں ہمارے حقیقی راویان اخبار و آثار کی طرف رجوع کرو (احتجاج طبرسی) اکمال الدین شیخ صدوق غیبت شیخ طوسی سیر و مجم بحار وغیرہ لہٰذا ہمارے موجودہ حالات کی اصلاح کا راز فاضل

علماء اعلام کی طرف رجوع کرنے میں پوشیدہ ہے خدا کرے ہماری قوم خواب غفلت سے بیدار ہو[1] جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کونوا قوما اذا صیح بھم انتبھوا۔ ایسی قوم بنو کہ جب اسے پکارا جائے تو بیدار ہو جائے۔

> اٹھو ورنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
> دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

ایک مشہور مغالطہ کا ازالہ:۔

مکر و فریب سے اپنی دکان قیادت کو چمکانے والے گندم نما جو فروش حضرات اس مقام پر بیچارے سادہ لوح عوام کو حقیقت حال سے بے خبر رکھنے اور ان کو علماء اعلام سے دور رکھنے کی خاطر بڑے معصومانہ انداز میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ عقائد میں علماء کی طرف سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اصول دین میں تقلید [illegible] جاتے ہوئے دام ہمرنگ زمین کو چاک کرنے کے لیے چند امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(الف) اصول دین میں تقلید جائز ہے یا ناجائز یہ بجائے خود اختلافی اور مشکل ترین مسئلہ ہے ہاں مشہور بین العلماء یہی ہے کہ اصول و عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے لیکن محقق طوسی ایسے بعض علماء کبار اسے جائز سمجھتے ہیں تفصیل کے لیے قوانین الاصول وغیرہ کتب اصول فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(ب) بنابریں کہ اصول دین میں تقلید ناجائز ہے (وھو المشہور) یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اصول دین میں تقلید کرنے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ یہ کہنا کہ اصول دین میں تقلید جائز نہیں۔ کہیں کلمۃ حق یراد بھا الباطل والا معاملہ تو نہیں؟ کیا اصول دین میں تقلید نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان

---

[1] الحمد للہ خیال اس رسالہ کی پہلی دوسری و تیسری اشاعت کے وقت تھا اب جبکہ یہ چوتھی طباعت ہو رہی ہے بفضلہ تعالیٰ علماء حق کی شبانہ روز کی سالہا سال کی تحریری و تقریری کاوش سے ملت میں تحریک بیداری پیدا ہو چکی ہے قوم کی اکثریت خواب گراں گوشی سے بیدار ہو چکی ہے اور اب بحمد اللہ حق و باطل کا فیصلہ ہو رہا ہے اور باطل و اہل باطل کا منہ کالا ہو رہا ہے۔ الحمد اللہ علی احسانہ (منہ عفی عنہ)

عقائد کے معاملہ میں شتر بے مہار اور مطلق العنان ہے کہ جو عقیدہ اس کے جی میں آئے اسے اپنا لے اور اسے اپنا دین بنا لے؟ معاذاللہ پھر تو یہ دین نہ ہوا بازیچہ اطفال ہو گیا۔ وہ عقائد و اصول جو شریعت کے بدلنے سے بھی نہیں بدلا کرتے ان میں اس قدر لچک اور لوچ روا ہو سکتی ہے۔ "ان میں اختلاف کا یہ دروازہ کھولا جا سکتا ہے؟ اور افتراق تفرقی کا بیج بویا جا سکتا؟؟ لا واللہ العظیم آئیے ہم آپ کو اس کا صحیح مفہوم بتائیں دین اسلام چونکہ دو اجزاء کے مجموعہ کا نام ہے ایک جز کا نام ہے اصول دین اور دوسرے جز کا نام ہے فروع دین اصول دین میں علم و یقین درکار ہے اور فروع دین میں ظن کو بھی عندالضرورت کافی سمجھا گیا ہے تقلید سے چونکہ علم و یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ بالعموم ظن ہی حاصل ہوتا ہے اس لیے فروع دین میں اسے جائز رکھا گیا ہے مگر اصول دین میں اس کو ناکافی قرار دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فروع دین میں اگرچہ کسی قسم کی دلیل کا مقلد کو علم نہ ہو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس کے مجتہد کا فتویٰ ہے لیکن اصول و عقائد میں کسی عقیدہ کے لیے یہ امر کافی نہیں ہے کہ یہ مجتہد کا فتویٰ ہے بلکہ [illegible] نہیں کہ عقائد کے معاملہ میں علماء اعلام کی طرف رجوع ہی نہ کرنا چاہیے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غیبت امام کے موجودہ دور میں دین انہی حضرات سے لینا ہے عقائد انہی سے درست کرانے ہیں اصول و فروع انہی سے دریافت کرنا ہیں بات صرف یہ ہے کہ فروع دین میں ہم ان سے دلیل پوچھنے کے مجاز نہیں ہیں (کیونکہ تقلید کا مطلب ہی "قبول قول الغیر من غیر دلیل" ہے) لیکن اصول دین میں عقیدہ بھی ان سے دریافت کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی دلیل بھی انہی سے پوچھیں گے تاکہ علم و یقین اور اطمینان قلب حاصل ہو جائے مگر ہاں فروع میں اتنا کافی ہے کہ مثلاً مجتہد نے کہہ دیا مرد کے لیے ریشم کا لباس اور سونا پہننا حرام ہے یا نوٹوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے یا فقاع حرام ہے بچت پر خمس واجب ہے وغیرہ ہمیں ان مسائل پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے دلیل جانے اور مجتہد! مگر اصول دین میں مجتہد کا محض یہ فرما دینا کہ مثلاً خدا موجود ہے! جناب رسول خدا برحق رسول اور خاتم النبیین ہیں یا حضرت امیر المومنین آنحضرت کے بلافصل جانشین ہیں یا قیامت برحق ہے وغیرہ کافی نہیں بلکہ اعتقاد

بالدلیل لازم ہے اگرچہ وہ دلیل اتنی ہی سادہ ہو جیسی اس بڑھیا کی جو چرخہ کات رہی تھی کہ کسی نے دریافت کیا کہ "ما الدلیل علی اثبات الصانع" اے بڑھیا! تیرے پاس خدا کے موجود ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس نے جواب دیا یحضر لی هذه میرا یہ چرخہ دلیل ہے وہ کس طرح؟ فقالت اذا حرکته فیتحرک واذا لم احرکه فیسکن کیا جب میں سے گھماتی ہوں تو گھومنے لگتا ہے اور جب میں ہاتھ روک لیتی ہوں تو یہ رک جاتا ہے۔ پس جب میرا چھوٹا سا چرخہ بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو اتنا بڑا انتظام عالم کیونکر کسی چلانے والے کے بغیر چل سکتا ہے؟ جب رسولؐ خدا کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا "علیکم بدین العجائز" بوڑھی عورتوں والے دین کو لازم پکڑو۔ یعنی جو عقیدہ رکھو دلیل و برہان سے رکھو (حق الیقین مجلسیؒ) کلام یہ کہ عقائد کی تصحیح علماء اعلام ہی سے کرانا ہے ہاں البتہ یہاں دلیل کی بھی ضرورت ہے جیسا کہ نبی و امام علیہما السلام کے عہد حیات میں بھی اس طریقہ کار پر عمل ہوتا رہا ہے کہ لوگ آ کر عقائد بھی انہی سے معلوم کرتے تھے اور دلائل بھی انہی سے [illegible]

(ج) ان لوگوں کی حالت بھی کس قدر عجیب ہے جو اصول دین میں مجتہدین عظام کی تقلید کی درست کا ڈھنڈورا پیٹ کر قوم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ خود جو کچھ بر سر منبر رطب و یابس ذاتی قیاسات وخیالات کا تانا بانا بن رہے ہیں اسے حرف آخر سمجھ کر من و عن قبول کر کے اس پر ایمان لائے یا تحفۃ العوام اور کوکب دری جیسی کتابوں میں غلط یا صحیح جو کچھ مل جائے اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جائے۔ مطلب یہ کہ خود ان لوگوں کی یا ان کتابوں کے مرحوم مولفین کی تقلید تو جائز ہے مگر زندہ مجتہدین عظام و محافظین شرع اسلام کی تقلید ناجائز اور حرام ہے ان هذا لا قسمة ضیزی

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

بات بالکل واضح ہے کہ یہی حضرات نہیں چاہتے کہ قوم دینی معارف سے متعلق امور میں علماء اعلام کی طرف رجوع نہ کریں تو کیا پھر جہال کی طرف رجوع کریں؟ بینوا توجروا؟

خلاصۃ المرام اینکہ جو مبلغین و ذاکرین منبر پر آتے ہیں ان کے لیے لازم ہے پہلے علماء اعلام سے

اپنے عقائد کی صحت اور روایات اہل بیت بیان کرنے کی اہلیت پر مہر ثبت کرالیں تاکہ ان کی مجالس و محافل صحیح معنوں میں قوم کے لیے مفید اور نتیجہ خیز ہوں۔

بعض اعلام کے نزدیک غیر مجاز مجالس خواں حضرات کی مجالس میں شمولیت جائز نہیں

علماء اعلام کی طرف سے خطباء واعظین کا نقل احادیث میں مجاز ہونا اس قدر ضروری ہے کہ بعض علماء محققین نے غیر مستند اور غیر واعظین کی مجالس میں شرکت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس شرکت سے اس قدر دینی فائدہ نہیں ہوتا جس قدر مذہبی نقصان و زیاں ہوتا ہے چنانچہ کتاب مستطاب احیاء الشریعہ کے مصنف علام (ج ۱ صفحہ ۸۰، ۸۱ پر رقم طراز ہیں)

ولنوس فی کتب الحدیث کثیر من اخبار الغلاة الصریحة فی الکفر وفی زماننا یوجد بعض الخطباء لیس لهم میزة علمیة فهم ینقلون تلک الاحادیث علی المنابر وینقلون بها العامة فلا یجوز [illegible] منابرهم و مجالسهم ویحرم علیهم نقل الاحادیث مالم یرجعوا الی من له اهلیة التمیز بین ضعاف الاحادیث و صحاحها ممن یجوز تقلیده والرجوع الیه وهذه بلیة عامة قد ابتلی بها کثیر من المسلمین فی هذه الایام ویجب التحفظ الشدید والتحرز الاکید عنها عصمنا الله واخواننا المومنین مما استزلت به الشیاطین اصناف الکافرین والمعاندین والغالین والناصبین۔

یعنی کتب حدیث میں غالیوں کی بہت سی روایتیں کہ مذکور دی گئی ہیں جو سراسر کفر ہیں۔ اور ہمارے اس زمانہ میں کچھ ایسے خطیب و واعظ پائے جاتے ہیں جن میں علمی لیاقت و قابلیت ہوتی نہیں (تاکہ غث و ثمین اور صحیح و سقیم میں امتیاز کر سکیں) اس لیے وہ بلا تحاشا ایسی کفریہ روایات کو منبروں پر بیان کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں ایسے لوگوں کی بات سننا اور ان کی مجالس و محافل میں شمولیت کرنا جائز نہیں ہے اور ان حضرات پر بھی ایسی روایات کا نقل کرنا حرام ہے جب تک ایسے علماء اعلام کی طرف رجوع نہ کر لیں جو صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان تمیز کرنے کی لیاقت

رکھتے ہیں اور جن کی طرف رجوع کرنا اور ان کی تقلید کرنا جائز ہے مگر افسوس یہ ایک عامۃ البلویٰ مصیبت ہے جس نے اس دور میں بہت سے مسلمانوں کے عقائد کو خراب و برباد کر دیا ہے اس بلا و مصیبت سے اپنے دامن کا بچانا ضروری ہے خداوند عالم ہمیں اور تمام دینی بھائیوں کو شیاطین کے ان ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھے جن کے ذریعے وہ کافروں، معاندوں، غالیوں اور ناصبیوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔"

غیر مجتہدین کا دینی مسائل میں ذاتی قول غیر مقبول ہوتا ہے:-

اسی طرح استاذ المجتہدین حضرت الشیخ زین العابدین مازندرانی علیہ الرحمہ نے ایسے لوگوں کے قول کو غیر مقبول قرار دیا ہے جو نقل احادیث کے مجاز ہونے اور استنباط احکام کا ملکہ نہ رکھنے کے باوجود احادیث نقل کر کے احکام شریعہ میں مداخلت کرتے ہیں۔ چنانچہ سرکار سے دریافت کیا جاتا ہے کہ

"واعظ غیر مجتہد خواہ اخباری باشد خواہ اصولی اگر موعظہ کند در باب نماز جمعہ این نحو کہ نماز جمعہ در غیبت امام حرام است و آنکہ نماز جمعہ میکنند در غیبت غاصب اند کہ حق امام را غصب می کنند و طعن کند بر علماء کہ نماز جمعہ بہ نیت وجوب تخییری یا عینی یا بہ نیت استحباب میخوانند و مقصودش ازین موعظہ این باشد کہ مردم نماز جمعہ را ترک کنند و نخوانند آیا جائز است یا واعظ فعل حرام کردہ و عاصی و فاسق شدہ، بینوا توجروا"

خلاصہ سوال اینکہ ایک واعظ جو کہ مجتہد نہیں ہے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ نماز جمعہ حق امام ہے اور جو علماء آج کل نماز جمعہ پڑھاتے ہیں ان پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے ان کو حق امام کا غاصب قرار دیتا ہے اس کا ایسا کرنا جائز ہے یا اس واعظ کا یہ فعل حرام ہے اور وہ خود فاسق و فاجر ہے؟ سرکار موصوف اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:"

واعظ غیر مجتہد قولش مقبول نمی باشد در بیان احکام مگر از خود مجتہد چہ اعتبار دارد مدار بر قول علماء می باشد و حق آنست کہ نماز جمعہ حرام نیست بلکہ حق اہل بیت علیہم السلام است ولکن ثواب ایشان منزلہ ایشان

حاکی می باشد اگر ایں واعظ از مجتہد زندہ نقل می کند۔ بحث بر آں مجتہد است نہ واعظ و اگر از قول خویش بگوید و چند حدیث پشت کتاب دیدہ واعظ فاسق و عاصی می باشد واللہ الہادی۔

(ذخیرۃ المعاد صفحہ ۲۰۲ طبع لکھنؤ)

"یعنی جو شخص مجتہد نہیں ہے اگر احکام شرعیہ میں وہ اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے تو اس کا قول مثل بول (پیشاب) کے ہے اور مدار علماء اسلام کے اقوال پر ہے حق تو یہ ہے کہ زمانہ غیبت میں نماز جمعہ حرام[1] نہیں ہے۔ ہاں یہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا حق ہے مگر ان کے نائبین (حقیقی علماء دین ان احکام میں) بحوالہ انہی بزرگواروں کے ہیں (لہٰذا وہ پڑھا سکتے ہیں اور اگر یہ واعظ کسی زندہ مجتہد کا فتویٰ نقل کر رہا ہے تو بحث اس مجتہد کے ساتھ ہو گی نہ اس واعظ کے ساتھ اور اگر یہ اپنا قول پیش کر رہا ہے اور اس نے کسی کتاب میں چند روایات دیکھ لی ہیں اور یہ (اندھا دھند) انہیں بیان کر رہا ہے تو اس صورت میں یہ واعظ فاسق اور گنہگار ہے" واللہ الہادی"

دوسرا وظیفہ

مجلس خواں گروہ کے آداب و وظائف میں سے دوسرا وظیفہ یہ ہے کہ وہ مجالس و محافل کو (جو کہ بہترین عبادات ہیں) قربۃً الی اللہ پورے خلوص نیت کے ساتھ بجا لائیں اور اس میں ذاتی نام و نمود کی خواہش، ریاء و سمعہ کی آلائش و متاع دنیا کی طمع، داد و ستائش کی توقع اور اپنی برتری اور دوسروں کی تحقیر کا جذبہ غرضیکہ اس عبادت کی بجا آوری میں اس قسم کا کوئی بھی غلط جذبہ کارفرما نہ ہو کہ اخلاص فی العمل کی روح کے منافی ہے اس مطلب پر اس کی ابتدائی سطور میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے نیز یہ امر بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ فیس مقرر کر کے مجالس پڑھنا خلوص نیت کے منافی ہے اور نہیں تو کم از کم اس قدر تو مسلم ہے کہ ایسا کرنے سے اخروی اجر و ثواب بے حساب ضائع و برباد ہو جاتا ہے۔

وذلک هو الخسران المبین لو کانوا یعلمون۔

ہم کئی بار یہ بات دہرا چکے ہیں کہ ہم ذاکرین و واعظین کی مالی خدمت کرنے کے مخالف نہیں بلکہ اس بات کے حامی ہیں کہ ان کی زیادہ سے زیادہ امداد و اعانت کی جائے تا کہ وہ فارغ البالی و مرفہ

---

[1] [illegible] (منہ عفی عنہ)

الحال ہو کر اس دینی فریضہ کو کما حقہ بجا لاتے تھے۔ آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اپنے گراں قدر عطیات سے ایسے حضرات کو نوازا ہے۔ ہمارے ہاں اگر ان لوگوں کی خدمت میں علی قدر مدارجہم بطور ہدیہ و نذرانہ کچھ کم یا زیادہ حسب توفیق پیش کیا جائے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں نہ کوئی اعتراض ہے۔ تو صرف ذکر حسین کی تجارت پر اس حد تک چلا گیا ہے کہ معمول بنا کر ہدیہ و عطیہ کی صورت اور ہے اور تجارت کی شکل اور۔ آج کل جس قسم کی تجارت کا رواج ہے آیا کوئی با ضمیر و با بصیرت انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ آئمہ طاہرین کی تجویز کردہ ہے یا یہ تصور کر سکتا ہے کہ یہ طریقہ کار سرکار سید الشہداء کی خوشنودی کا موجب ہے؟ کیا آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے مداحین شعراء کرام اجرت طے کر کے مدحیہ قصائد یا مراثی پڑھتے تھے؟ بہر حال جہاں مجالس کی موجودہ روش تجارت قابل مذمت و اعتراض ہے کہ اس سے عالم آخرت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے وہاں ان لوگوں کی رفتار بھی تعریف کے قابل نہیں جو جان بوجھ کر مقررین و ذاکرین کی خدمت کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تیسرا وظیفہ:۔

مذکورہ بالا آداب و وظائف میں سے تیسرا وظیفہ یہ ہے کہ مجلس خواں حضرات کو چاہیے کہ اپنی قابلیت و لیاقت کے اظہار کا سودا اپنے سر سے نکال دیں بلکہ سامعین کرام کی ذہنی حالت و ضرورت اور وسعت ظرف و قلب کے مطابق مطالب و معارف بیان کریں جیسا کہ جناب پیغمبر اسلام علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے "**انا معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم**" "ہم گروہ انبیاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی عقل و ادراک کے مطابق گفتگو کریں" یہی ارشاد بالسواد حضرات آئمہ اہلبیت علیہم السلام کا بھی ہے اور یہی تعلیم تمام مبلغین کو دیا گیا ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے شہزادہ کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "**یا بنی لا تقل مالا تعلم بل لا تقل کلما تعلم**"

دیکھو بیٹا! جس بات کا تمہیں علم نہ ہو وہ بات نہ کہو بلکہ ہر وہ بات جس کا علم ہے وہ بھی نہ کہو" الخ

لیے کہا گیا ہے لیس کلما یعلم یقال ہر وہ چیز جو معلوم ہو وہ کہی نہیں جا سکتی، دیوار کی طاقت برداشت کے مطابق اس پر بوجھ ڈالا جاتا ہے اور ظرف کی وسعت کے مطابق اس میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے کیوں کہ

ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

کبریت احمر میں بحوالہ رجال کشی لکھا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے یونس بن عبدالرحمٰن سے فرمایا۔ دارہم فان عقولھم لا تبلغ اے یونس عام لوگوں کے ساتھ رفق و مدارا کرو (جو باتیں ان کی طاقت برداشت سے باہر ہوں وہ بیان نہ کرو) کیونکہ عام لوگوں کی عقلیں ان حقائق تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن آج کل خطابت کے نام سے بعض حضرات وہ وہ مطالب بیان کرتے ہیں اور وہ وہ علمی موشگافیاں کرتے ہیں کہ سامعین کرام جن کی اکثریت سوادِ علمی سے بالکل بے بہرہ و تہی دامن ہوتی ہے تو انہیں کیا سمجھیں گے بلکہ ظن غالب ہے کہ خود کل اور بیان کرنے والے بھی اپنے بیان کردہ مطالب کی تہہ تک نہیں پہنچتے اور بعض باتوں پر تو ان کا اعتقاد بھی نہیں ہوتا صرف عنوان خطابت کے تحت بیان کر کے آبلہ فریبی کرتے ہیں افسوس کہ کچھ مدت سے ہماری مجالس کا رجحان جس قسم کے مضامین و مطالب کی طرف جا رہا ہے وہ ایک درد دین رکھنے والے مسلمان کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے اور اس سے ہماری قوم کی ذہنی تربیت استدلالی لحاظ سے بہت ابتر ہوتی جا رہی ہے اور قوائے فکریہ و نظریہ کو برابر مغالطوں کا شکار کیا جا رہا ہے کچھ عرصہ سے واعظین کی کامیابی کا یہ معیار قرار پا گیا ہے (بالخصوص ہندوستان میں) کہ وہ منبر پر ایسے ایسے فلسفیانہ اور عمیق مطالب بیان کریں جو تمام نہیں تو کم از کم اکثر سامعین کی فہم و ادراک سے ضرور بلند و بالا ہوں اس پر یہ لوگ داد و تحسین کے خوب ڈونگرے برساتے ہیں اور جو شخص حسن اتفاق سے شریک مجلس نہ ہو۔ اگر وہ کسی شرکت کنندہ سے یہ پوچھ بیٹھے کہ آخر مولانا صاحب نے بیان کیا فرمایا تو وہ مستانہ لہجہ میں فرماتے ہیں اجی وہ مطالب اس قدر علمی اور بلند تھے کہ ہماری تو سمجھ میں کچھ آیا ہی نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یا پھر آج کل

کامیابی کا معیار یہ رہ گیا ہے (بالخصوص پاکستان میں) کہ علمی سطح سے گر کر وہ جذباتی نکات، بودے استدلالات، رکیک استنباطات اور غلط نظریات بیان کیے جاتے ہیں جنہیں سن کر عوام کالانعام تو ضرور خوش ہو جاتے ہیں۔ داد و تحسین کے نعرے بھی بلند کرتے ہیں مگر ایک باسمجھ اور بابصیرت انسان سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ آج حقائق کی جگہ لطائف اور دقائق کی جگہ ظرائف نے لے لی ہے۔ اس طرح قوم سے صحیح غور و فکر کا مادہ ہی سلب ہوتا جا رہا ہے بالخصوص جب اغیار کی موجودگی میں ہمارے مجالس خواں ایسے ہفوات پر اتر آتے ہیں تو ارباب بصیرت کو نہایت شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ بہر حال جو گروہ سامعین کے اذہان اس طرح خراب کرے وہ ضرور قابل انتقاد ہے۔ ہم ایسی ذاکری کو قوم و ملت کے لیے مفید سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں۔ ذکرِ حسینؑ کا باقی رکھنا ضروری ہے اور یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے وہ یقیناً باقی و دائم رہے گا مگر اس کی موجودہ روش و رفتار قابل اصلاح ہے۔ بعض لوگوں کا یہ بے بنیاد خیال کہ اس قسم کی اصلاحی آواز بلند کرنے سے عزاداری کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس سے پڑھنے والے بددل ہو [illegible] حسینؑ کی قوت و طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ عزاداری کی روحانی طاقت کسی قسم کے تصنع و تکلف کی محتاج نہیں۔ جب بنی امیہ و بنی عباس کی جبروتی حکومتیں اس ذکر جمیل کو نہ مٹا سکیں تو کسی پیشہ ور آدمی کا بددل ہونا کیونکر اسے ختم کر سکتا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مقدس عزاداری کے ضمن میں جو بعض غلط چیزیں داخل ہو گئی ہیں ان کو عزاداری سے جدا کیا جائے اور غیر مذہبی باتوں کا استیصال کیا جائے تاکہ اس کی افادیت کو چار چاند لگ جائیں اور ان مجالس کے انعقاد کا جو اصلی مقصد و مطلب ہے وہ بوجہ اتم و اکمل حاصل ہو اور یہ مجالس علاوہ اخروی اجر و ثواب کے ہماری دنیوی ترقی و مرفہ الحالی کا باعث بھی بن سکیں۔ ذکر حسینؑ کی روحانیت اس کی مقتضی نہیں کہ اس میں غیر شرعی امور کی آمیزش کی جائے۔ خلاصہ یہ کہ مجالس حسینیؑ کو تجارت گاہ اور مجلس عزا کو محفل موسیقی نہیں بنانا چاہیے بلکہ ان میں شرعی طریقہ پر صحیح واقعات کربلا اور صحیح فضائل و مصائب کے ساتھ حسب ضرورت صحیح فقہی احکام اور مسائل شریعت خیر الانام بیان ہونے چاہئیں۔

چوتھا، پانچواں اور چھٹا وظیفہ:-

مجلس خوان گروہ کے وظائف و آداب مجلس خوانی میں سے چوتھا، پانچواں اور چھٹا وظیفہ یہ ہے کہ وہ مجالس و محافل خوانی پر اجرت طے نہ کریں نیز وہ ان مقدس مجالس عزا میں غنا و موسیقی ایسے گناہ عظیم کا ارتکاب نہ کریں اور ان مقدس روحانی اجتماعات کو کذب و افترا کی آلائش سے ملوث نہ کریں ان تمام امور پر سابقہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا جا چکا ہے اس لیے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے یہاں صرف ان وظائف کا اجمالی طور پر ذکر کرنا مقصود ہے تا کہ ان آداب و شرائط کا اجمالی خاکہ ذہن نشین ہو جائے وبس۔

ع کردم اشارے و مکرر نمی کنم

ساتواں وظیفہ:-

مجالس [illegible] نہ پیش کریں شکل و شمائل اور عادات و خصائل میں شریعت مقدسہ کے اصولوں پر کاربند ہوں ان کی سیرت و کردار میں سیرت اہلبیت کی جھلکیاں نظر آئیں ان کی وضع قطع اور شکل و صورت سے ان کا حسینی ہونا آشکار ہو تا کہ ان کی مجالس و محافل صحیح معنوں میں مقبول بارگاہ احدیت ہوں اور ان پر صحیح آثار مطلوبہ مترتب ہو سکیں اس مقام پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ کتاب مجاہد اعظم کے محقق مصنف حضرت مولانا شاکر حسین صاحب امروہوی مرحوم نے جو افادہ فرمایا ہے اسے من و عن ہدیہ ناظرین کرام کر کے ان کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی جائے چنانچہ بزرگوار قمطراز ہیں۔

ذاکرین حسینؑ کو پہلے خود سوز حسینیؑ کا نمونہ بننا چاہیے جس میں راست گوئی راست بازی اور خلوص ان کا شعار اولین ہونا چاہیے۔ نہ محض مرثیہ خوانی چند روزہ شہرت یا ذاتی منفعت کے لیے حق و باطل کے امتیاز کو پس پشت ڈال دیں اور باطل کی ترویج کے باعث بن جائیں مجلس عزا کو مناظرہ مکابرہ کا دنگل بنا دیں صرف اپنے گروہ کو خوش کرنے کے لیے دوسروں کے بزرگوں پر چوٹیں

کریں۔ ان کو ایثار کی صفت سے متصف ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک خدا اور خدا کے دین کی خدمت کا
پایہ ذاتی اغراض سے بالاتر ہو ان کی نگاہ میں قومی و ملی حقوق کی اہمیت خود غرضانہ نفس پرستی سے کہیں
زیادہ ہو تھوڑے سے مالی فائدہ یا عارضی سامان عیش و آرام کی خاطر قومی مفاد سے چشم پوشی نہ کریں بلکہ
ذاکری کی گرانقدر خدمات کا نیک نیتی سے بجا لانا ہی ان کے نزدیک ایک ایسی قابل فخر چیز ہو جس کے
بعد ان کو دوسری قسم کے معاوضوں کی تمنا پرواہ ہی نہ ہو گو جبری حیثیت سے وہ ایسے تحائف یا ہدیوں
یا نذرانوں کو جو ان کی خدمات کے صلے میں ان کے سامنے پیش کیے جائیں بخوشی قبول کر لیں مگر ان
معاملات میں تمام مدارج بیع و شریٰ کی سختی سے طے کرنا اور ذکر حسین کو ذریعہ معاش و سرمایہ حیات بنا لینا
ان کا شعار نہ ہو یہ لوگ سفر و حضر میں ان تمام لوازم عیش پسندی کے بہر نوع مہیا کیے جانے کو اپنی
خدمات کی شرط اول نہ قرار دیں جن کے وہ آج کل عادی ہو گئے ہیں اوروں کا ذکر نہیں البتہ مہمان
کربلا کے نوحہ خوانوں سے ہرگز اس کی توقع نہ ہونی چاہیے کہ میزبانوں کے لیے ان کی مہمانداری
طرح طرح کے الجھیڑے [illegible] ان کی فرمائشات کا پورا کرنا [illegible]
سے بچاؤ بالانواع و اقسام کی پریشانیوں کا موجب اور ان کی تنگ مزاجیوں اور زود رنجیوں سے مقابلہ
صدود و صبر کی آزمائش بن جائیں بڑا تعجب ہے کہ سیرت حسینی کا مطالعہ کرنے والے اور شب
کا ورد رکھنے والے سیرت حسینی کی خصوصیات سے بالکل ہی محروم ہوں یہاں تک کہ معمولی تکلیفوں کو
برداشت کرنا بھی ان کے بس سے باہر ہو اگر کسی جگہ ایک سے زیادہ جمع ہوں تو ایک دوسرے کے
حریف و رقیب بن کر عزاداران حسین کی صف میں تفرقہ اندازی اور معرکہ آرائی کا باعث بن جائیں
ایک دوسرے پر چوٹیں کریں مجالس عزا کو تنازعات کی رزم گاہ بنا دیں۔

برسوں سیرت حسینی کا تذکرہ کرنے اور مدتوں واقعات کربلا کو شرح و بسط سے بیان فرمانے
کے بعد بھی اگر ذاکر کی سیرت ان صفات سے محروم و بیگانہ ہے تو ہم کو یہ کہنا پڑے گا کہ ایسے ذاکر
نے نہ سیرت حسینی کو پہچانا ہے نہ درد واقعات کربلا ہی کو سمجھا ہے اس سے زائد اس نے کچھ نہیں کیا کہ
چند مقدس الفاظ کو طوطے کی طرح رٹ لیا ہے اور ان کے بلا تکان دہرانے کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے

ورنہ اس کے دل میں ان چیزوں کی وقعت اور اہمیت کا احساس بھی ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آفتاب ہدایت کی نورانی کرنیں اس کے جسد تک پہنچیں تو ضرور مگر اس کی آنکھ مادیت سے لڑتی رہی اور وہ نورانیت کے جلووں سے محروم ہی رہا۔ ایسا ناقدرشناس ذاکر ہمارے خیال میں اس قدر عزت و منزلت کا ہرگز مستحق نہیں جو اس منصب جلیل سے وابستہ ہے مانا کہ وہ مصائب حسینؑ پر روتا بھی اور دوسروں کو رلاتا بھی لیکن چونکہ اس کی طبیعت و اخلاق اور اعمال و افعال نے سیرت حسینیؑ کا پرتو بھی اثر قبول نہیں کیا اس لیے اس کا رونا اور رلانا عارضی اور سطحی جذبات کی نمائش سے آگے نہیں بڑھتا اس کی آنکھیں روتی ہیں مگر دل نہیں روتا ایسی اشک فشانی جو شہید کربلا کی حقیقی عظمت کے احساس پر ہونے کی بجائے محض کامیاب پیشہ وری کے جذبات پر ہو کوئی قابل قدر چیز نہیں ہے ہم اس مقام پر اپنے عزیز ذاکرین کرام سے صرف یہی کہیں گے۔

نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست‌تر دارند

جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

آٹھواں وظیفہ:۔

مجلس خواں حضرات کو چاہیے کہ ان کا بیان خوف و رجا کے بین بین ہو تا کہ لوگوں کو اس قدر عذاب خداوندی سے ڈرائیں کہ وہ رحمت ایزدی سے ہی مایوس ہو جائیں اور نہ ہی رحمت خداوندی پر اس قدر غلط اعتماد دلائیں کہ لوگوں میں عذاب خدا سے مطمئن ہو کر احکام شریعت کی مخالفت کرنے کی جرأت پیدا ہو جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

الا اخبر کم بالفقیہ حق الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ ولم یؤمنھم من عذاب اللہ (اصول کافی)

کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حقیقی فقیہ اور شریعت دان کون ہے؟ حقیقی فقیہ وہ ہے جو نہ تو لوگوں کو رحمت ایزدی سے محروم کرے اور نہ ہی ان کو عذاب خدا سے بالکل مامون کردے اخروی نجات کے لیے

جس قدر رحمت خداوندی پر بھروسہ کرنے کی ضرورت ہے اسی قدر عذاب ایزدی سے ڈرنا بھی لازم ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

لیس من عبد مؤمن الا وفی قلبه نوران نور خیفته و نور رجاء لووزن هذا لم یزد علی هذا کوئی بھی بندہ مومن ایسا نہیں جس کے دل میں دو نور موجود نہ ہوں۔ ایک نور خوف اور دوسرا نور امید۔ اگر ایک کو دوسرے کے ساتھ وزن کیا جائے تو ایک دوسرے سے نہیں بڑھے گا۔ (اربعین شیخ بہائی) جہاں خدا کا یہ ارشاد ہے کہ **رحمتی وسعت کل شیئی** وہاں اس کا یہ بھی فرمان ہے کہ **ان عذابی لشدید** علاوہ بریں اس نے یہ بھی بیان فرمایا ہے **ان رحمت الله قریب من المحسنین** خدا کی رحمت صرف محسنین کے قریب ہے اسی لیے پیغمبر اسلام کے بارے میں ارشاد قدرت ہے **یا ایها النبیّ انا ارسلناک شاهدا و مبشرا و نذیرا**

اے نبی! ہم نے تمہیں (جنت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذاب جہنم) سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے بہر حال ایک برگزیدہ اور مخلص مبلغ کی مثال ایک طبیب حاذق کی سی ہے۔ **کما قال الصادق الدنیا داء والعالم طبیب** (خصال شیخ صدوق) لہٰذا اسے چاہیے کہ افراد قوم کی نبضوں پر ہاتھ رکھے اور دیکھے کہ کس چیز کس قسم کے بیان کی ضرورت ہے آیا بشارت کی حاجت ہے یا نذارات کی ضرورت ہے۔ اس کے مطابق عملدرآمد کرے انشاء اللہ دینی و دنیوی کامیابی و کامرانی اس کے قدم چومے گی اور وہ فلاح و نجاح دارین کی سعادت پر فائز المرام ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا

اعجب ما کان فی وصیت لقمان علیه السلام ان قال لا بنه خف الله خیفة لو جئته ببرا الثقلین لعذبک و ارج الله رجاء لو جئته بذنوب الثقلین لرحمک (اربعین شیخ بہائی)

حضرت لقمان کی ان وصیتوں میں سے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں عجیب ترین وصیت یہ تھی کہ بیٹا اگر تمام جن و انس کی نیکیوں کے برابر نیکی لے کر خدا کی بارگاہ میں جاؤ تو بھی اس سے ڈرو کہ شاید

کسی گناہ کی پاداش میں تمہیں عذاب کرے اور اگر جن وانس کے گناہوں کے برابر گناہ لے کر بارگاہ قدرت میں حاضر ہو تب بھی امید رکھو کہ شاید تم پر (تمہاری کسی خوبی کی بناء پر) رحم و کرم فرما دے۔

مگر افسوس کہ آج ہمارے اکثر واعظین و ذاکرین نے صرف بشارت والے پہلو کو لے لیا ہے اور نذارت والے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور جنت کو اس قدر ارزاں کر دیا ہے کہ آج ہر شخص جنت کا ٹھیکیدار نظر آتا ہے۔ ایسے خوش فہم حضرات کو یاد رکھنا چاہیے کہ بہشت اور دائمی نجات کے پتے ایسے ارزاں نہیں پڑے بکتے کہ اس طرح رائیگاں اور مفت میں ہاتھ آجائیں شفاعت ضرور برحق ہے مگر ہمارا مسئلہ شفاعت نصرانیوں کی طرح عجیب نہیں ہے کہ گناہوں کی گٹھڑی خدا کے بیٹے کے حوالے کر دی اور پھر خود مطلق العنان ہو کر جو چاہیں کرتے پھریں۔

ارشاد قدرت ہے:

من یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره وللّٰه در من قال

[illegible]

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

وفقنا اللّٰہ لما یحب ویرضیٰ!!

نواں وظیفہ:-

مجالس خواں حضرات کو چاہیے کہ وہ مجالس و محافل میں سرکار محمد و آل محمد صلوٰت اللّٰہ علیہم اجمعین کے ارشادات و فرامین بیان کرنے پر اکتفا کریں اور بغیر ضرورت کے حتی الامکان مخالفین کے کتب سے اقوال و روایات نقل کرنے سے اجتناب کریں کیونکہ آئمہ دین نے ایسا کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے ہاں عند الضرورت بغرض الزام ان کا پیش کرنا چیزے دیگر ہے مگر پھر بھی اسے ضرورت کی حد تک محدود رکھنا چاہیے چنانچہ بحار الانوار جلد ہفتم صفحہ ۳۶۱ پر سرکار علامہ مجلسی نے ایک باب بعنوان "باب النهی عن اخذ فضائلهم من مخالفیهم" منعقد کیا ہے اس میں بروایت ابراہیم بن ابی محمود مروی ہے۔

قال قلت للرضا عليه السلام ان عندنا اخبارا في فضائل امير المومنين عليه السلام و فضلكم اهل البيت وهي رواية مخالفيكم ولا نعرف مثلها عندكم افندين بها فقال يا بن ابي محمود لقد اخبرني ابي عن ابيه عن جده عليهم السلام ان رسول الله قال من اصغى الى ناطق فقد عبده فان كان الناطق عن الله عز وجل فقد عبدالله وان كان الناطق عن ابليس فقد عبد ابليس فقال ثم قال الرضاؑ يا ابن ابي محمود ان مخالفينا وضعوا اخبارا في فضائلنا وجعلوها على ثلاثة اقسام احدها الغلو وثانيها التقصير و ثالثها التصريح بمثالب اعدائنا فاذا سمع الناس الغلو فينا كفروا شيعتنا ونسبوهم الى القول بربوبيتنا واذا سمعوا التقصير اعتقدوه واذا سمعوا مثالب اعدائنا باسمائنا ثلبونا باسمائنا وقد قال الله عز وجل ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم يا بن ابي محمود اذا اخذ الناس يمينا وشمالا فالزم طريقتنا فانه من لزمنا لزمناه ومن فارقنا فارقناه الخ

راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام رضا علیہ افضل التحیۃ والثناء کی خدمت میں عرض کیا ہمارے پاس مخالفین کے طریق روایت سے حضرت امیر المومنین اور دوسرے اہل بیت رسولؐ کے فضائل و مناقب میں کچھ ایسی روایات موجود ہیں جو آپ حضرات سے ہم تک نہیں پہنچی ہیں کیا ہم ان پر اعتقاد رکھ سکتے ہیں؟؟ آنجنابؑ نے فرمایا اے ابن ابی محمود! مجھ سے میرے والد ماجد نے اور انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ سند سے مجھے خبر دی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بولنے والے کے کلام کو کان لگا کر سنتا ہے وہ گویا اس کی پرستش کرتا ہے لہٰذا اگر بولنے والا خداوند عالم کی طرف سے بول رہا ہے تو یہ شخص خداوند عالم کی عبادت کر رہا ہے اور اگر بولنے والا شیطان کی طرف سے بول رہا ہے تو یہ شخص بھی شیطان کی اطاعت کر رہا ہے راوی کہتا ہے پھر آنجنابؑ نے فرمایا اے ابو محمود کے فرزند مخالفین نے ہمارے فضائل میں تین قسم کی حدیثیں وضع کی ہیں ایک قسم غلو دوسری تقصیر اور تیسری قسم ہمارے دشمنوں کے مثالب و مخازی کی تصریح اس طرح جب عام لوگ غلو

والی حدیثیں سنیں گے تو ہمارے شیعوں کو کافر کہیں گے اور ان کے بارے میں یہ نظریہ قائم کریں گے کہ وہ ہماری ربوبیت کے قائل ہیں اور جب ہمارے حق میں تقصیر اور کوتاہی والی حدیثیں سنیں گے تو ان پر اعتقاد کرلیں گے اور جب ہماری طرف سے ہمارے دشمنوں کے مطاعن سنیں گے تو لوگ ہماری ہتک کی اسی طرح ہمارے متعلق نازیبا کلمات کہیں گے خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا کے علاوہ دوسرے معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں ان کو بھی سب و شتم نہ کرو ورنہ وہ خدا کو دشنام دیں گے۔" اے فرزند ابی محمود! جب لوگ (صراط مستقیم سے بھٹک کر) دائیں بائیں چکر لگا رہے ہوں تو تم ہمارے طریقہ کو لازم پکڑو کیونکہ جو شخص ہمیں لازم پکڑے گا ہم بھی اسے لازم پکڑیں گے اور جو ہم سے علیحدگی اختیار کرے گا ہم بھی اس سے جدا ہو جائیں گے؟

اسی طرح رجال کشی صفحہ ۴ طبع بمبئی میں مذکور ہے علی بن سوید نسائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کی طرف لکھا۔ لا تاخذن معالم دینک من غیر شیعتنا فانک ان تعدیتھم اخذت دینک من الخائنین "اپنے دین کی معلومات ہمارے شیعوں کے سوا اور کسی سے حاصل نہ کرو کیونکہ اگر تم نے ہمارے شیعوں کے سوا کسی اور سے ان معارف کو حاصل کیا تو خیانت کاروں سے دین حاصل کرو گے۔"

مگر مقام افسوس ہے کہ آج کل ہماری مجالس و محافل تمام اس ڈگر پر چل نکلی ہیں کہ اول سے آخر تک مخالفین کی کتب حدیث و تفسیر اور تاریخ وغیرہ کے حوالہ جات کی بھرمار کی جاتی ہے حتی کہ اسی پر مجلس کا اختتام ہو جاتا ہے اور جو لوگ ہادیان دین کے فرمودات سننے کے اشتیاق میں شریک مجلس ہوتے ہیں ان کے کان قال الباقرؑ اور قال الصادقؑ کی آواز سننے سے ترستے ہی رہتے ہیں اس رفتار و روش کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اپنی دینی کتب کا مطالعہ متروک ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اپنے مذہب کے حقائق و معارف سے پڑھنے اور سننے والوں کی اکثریت تہی دامن نظر آتی ہے اور ارشاد امام کے برعکس آج یہ حضرات کوکب دری اور ینابیع وغیرہ قسم کی واہی کتب پر جان دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور دلیل یہ کہ یہ فضائل غیروں نے لکھے ہیں لہذا جب غیر مانتے ہیں تو ہم کیوں نہ مانیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ان کتابوں

کے لکھنے والے نہ مانیں تو حضرت امیرؑ کو آنحضرتؐ کا خلیفہ بلا فصل نہ مانیں اور ماننے پر آئیں تو ان کو خدائی صفات خاصہ کا مالک و حامل مان لیں کیا اس روش کے اندر کوئی راز پوشیدہ نہیں بقول شاعر

ع کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

اور وہ راز وہی ہے جس کے چہرہ سے امام نے نقاب کشائی فرما دی ہے کہ یہ لوگ آل محمد علیہم السلام کے نام لیواؤں کو غلو میں مبتلا کر کے ان کو کافر قرار دینے کے بہانے تراش رہے ہیں۔ فقد ہودوا تقلل ولاتکن من الجاہدین۔ اس غلط روش و رفتار کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی کتب اربعہ اور دیگر مسانید آئمہ اور جوامع علمیہ تفسیریہ حدیثیہ وغیرہ کو شجرہ ممنوعہ سمجھ کر ہاتھ بھی لگانے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اگر کسی وقت اپنی دینی و مذہبی کتاب اور مخالفین کی کسی کتاب کی روایت میں اختلاف ہو جائے تو بلا جھجک یہ کہہ کر کہ اس فضیلت و روایت کا بیان کرنے والا مخالف ہے اسے ترجیح دی جاتی ہے یا للعجب؟ نہ معلوم پھر آیت مبارکہ ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا کا مطلب [illegible] روایت الحدیث میں تقسیم و توزیع اخبار کرتے ہوئے سلسلہ سند میں اگر کوئی غیر موثق مخالف آ جائے تو اس روایت کو ناقابل استناد و احتجاج قرار دینے کے متعلق جو مساعی جمیلہ فرمائی ہیں ان کا مقصد کیا ہے شیخ الطائفہ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب عدۃ الاصول صفحہ ۶۰ طبع ایران پر مخالف کی روایت کے قبول نہ کرنے پر فرقہ حقہ کے اجماع کا ادعا فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "المعلوم من حالہا الذی لاینکر و لایدفع انہم لایرون العمل بخبر الواحد الذی یرویہ مخالفہم فی الاعتقاد" الخ یعنی فرقہ امامیہ کے حال سے جو بات ناقابل انکار حد تک یقینی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس خبر واحد پر عمل کرنا اور اس پر کوئی اثر مرتب کرنا جائز نہیں سمجھتے جس کا راوی مخالف مذہب ہو" ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون۔

دسواں وظیفہ:۔

مجلس خواں حضرات کو چاہیے کہ وہ مجالس و محافل پڑھنے میں نہ تو بالکل اختصار مخل سے کام لیں اور

نیز طول نقل دریں باب خصوص طول کلام سے اجتناب لازم ہے حدیث میں وارد ہے۔ ان مع القول ملالة من المستمع فاذا حدثت فلا تمل جلسائک۔ یعنی کہنے والا بہ نسبت سننے والے کے کم ملول ہوتا ہے لہٰذا جب کچھ بیان کرو تو (طول دے کر) اپنے سننے والوں کو ملول خاطر نہ کرو بلکہ جب سننے والوں کا اشتیاق باقی ہو تو سلسلہ کلام بند کر دینا چاہیے تاکہ کلام میں زیادہ اثر پیدا ہو ہاں اگر کسی وقت خود سامعین کا اصرار ہو کہ واعظ و ذاکر اپنے بیان کو قدرے طول دے تو یہ اور بات ہے بہر حال اہل منبر کو خود نفسیاتی طور پر موقع و محل کی نزاکت کا خیال رکھنا چاہیے۔

اس بات کا لحاظ کرنا اس وقت اور بھی مؤکد ہوتا ہے جب کہ پڑھنے والے اور بھی موجود ہوں دریں حالات وقت کی پابندی اشد ضروری ہوتی ہے تاکہ ایک کے طول کلام سے دوسرے مجالس خواں حضرات کی مجلس متاثر نہ ہو اور اس طرح پڑھنے والوں کے درمیان شکر رنجی اور باہمی بغض و حسد کی آتش فروزاں نہ ہونے پائے مگر افسوس ہے کہ اس کے برعکس ایسے مقدس اجتماعات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بیان راچہ بیان کا مصداق ہے۔

بفضلہ تعالیٰ جب کہ ہم سابقہ اوراق میں مجالس و محافل پڑھنے والے حضرات کے آداب و وظائف بیان کرنے سے کما حقہ عہدہ برآ ہو چکے ہیں تو اب ذیل میں ان بعض اہم آداب و وظائف کا تذکرہ کرتے ہیں جو مجالس سننے اور منعقد کرنے والے حضرات سے متعلق ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ چونکہ ہر کام کی انجام دہی کے لیے کچھ مخصوص قواعد و ضوابط ہوتے ہیں کہ اگر اس کام کو ان کے مطابق انجام نہ دیا جائے تو وہ کام نامکمل اور ناتمام رہتا ہے اسی طرح ان مجالس عزا کے انعقاد و استماع کے بھی کچھ آئین و قوانین ہیں۔ حصول اجر و ثواب اور مطلوبہ آثار و نتائج کے ترتب کے لیے ان کو ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے ورنہ یہ عمل خیر بے کیف اور جسد بلا روح ہو کر رہ جائے گا اگرچہ ان آداب و وظائف کی فہرست خاصی طویل ہے مگر ہم صرف دس اہم اور جامع آداب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وھی ھذہ

بانیان کرام و سامعین عظام کے آداب دہ (۱۰) گانہ کا بیان

پہلا ادب:-

خلوص نیت ہے سابقہ بیانات میں اس امر کے اثبات پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ کوئی عبادت اس وقت تک عبادت قرار نہیں پاتی جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اخلاص ہی روح عبادت اور روح اطاعت ہے اگر خدانخواستہ کسی عمل صالح کی بجا آوری میں اخلاص کا فقدان ہو اور ریاء سمعہ اور نام و نمود یا کسی اور غرض فاسد کی تکمیل کے لیے اسے بجالایا جائے تو اس صورت میں علاوہ اس کے کہ وہ عمل بارگاہ احدیت میں شرف قبولیت حاصل نہیں کرتا الٹا عامل کیلئے موجب وزر و وبال بن جاتا ہے۔ روایات اہلبیت میں وارد ہے کہ قیامت کے دن ریاکار سے کہا جائے گا جن لوگوں کو دکھانے کے لیے تو نے عمل کیے تھے۔ آج جزا بھی انہیں سے لے (جامع السعادات وغیرہ) اس لیے بانیان کرام ہوں یا سامعین عظام ان پر لازم ہے کہ [illegible] اور چونکہ اس موضوع پر پہلے تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے اس لیے تکرار کی ضرورت نہیں ہے قارئین کرام ابتدائی بحث کی طرف رجوع فرمائیں۔

دوسرا ادب:-

جن مجالس میں بعض امور شنیعہ مثل کذب و افتراء علی المعصومین توہین و ہجو مومنین اور غناء سرود کے ساتھ ہتک دین کی جائے بانیان کرام اور سامعین عظام کا فرض ہے کہ پہلے تو ان کی اصلاح کی کوشش کریں اگر ان کی اصلاح کرنے سے قاصر ہوں تو ایسے لوگوں کا مقاطعہ کریں اور نہیں تو کم از کم ایسی مجالس میں شرکت نہ کریں ارشاد قدرت ہے۔ وقد نزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا و یستھزء بہا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم الآیۃ (پ ۵ ع ۱۷) خداوند عالم نے کتاب میں

یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم دیکھو کہ آیات خداوندی کا انکار اور ان کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوں۔ ورنہ تم بھی انہی کی طرح سمجھے جاؤ گے" خداوند عالم نے اہل ایمان کی یہ تعریف کی ہے کہ والذین لایشھدون الزور وکموہ "زور" کے مقام پر حاضر نہیں ہوتے "زور" کی تعریف یا تفسیر کذب وغنا سے کی گئی ہے لہٰذا جہاں جھوٹ اور راگ کا ارتکاب ہوتا ہو وہاں اہل ایمان کو شامل نہیں ہونا چاہیے کبریت احمر میں بحوالہ اختصاص شیخ مفید علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غلط کار لوگوں کو پہلے تو بذریعہ وعظ ونصیحت غلط کاریوں سے باز رکھنے کی کوشش کرو لیکن اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ ہمنشینی کرنے سے اجتناب کرو۔

آمالی شیخ مفید علیہ الرحمہ میں بروایت سلیمان جعفری حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے سلیمان کا بیان ہے آں جنابؑ نے میرے والد کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے تمہیں عبدالرحمٰن بن یعقوب کے پاس بیٹھے دیکھا ہے حالانکہ وہ خداوند عالم کو محدود سمجھتا ہے حالانکہ خداوند عالم محدود و محاط نہیں ہے اس کے بعد فرمایا ان دو کاموں میں سے ایک کر دیا تو اس کی ہمنشینی ترک کر کے ہماری صحبت اختیار کرو اور یا پھر ہماری ہمنشینی چھوڑ کر اس کی صحبت اختیار کرو راوی کہتا ہے میرے والد نے عرض کیا اگر میں اس کے نظریہ کا قائل نہ ہوں تو پھر مجھے اس کے پاس بیٹھنے میں کیا حرج ہے؟ آنجنابؑ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوف نہیں کرتے کہ عذاب الٰہی نازل ہو اور تمام اہل بزم کو اپنی لپیٹ میں لے لے جس طرح حضرت موسیٰؑ کا وہ صحابی جس کا باپ کافر اور فرعون کے اصحاب میں سے تھا اپنے باپ کو پند ونصیحت کرنے گیا اور قوم فرعون کے ساتھ غرق ہو گیا حضرت موسیٰؑ نے جناب جبرئیلؑ سے اس کے متعلق استفسار کیا جبرئیل نے بتایا غرق رحمه الله ولم یکن علی رائی ابیه ولکن النقمة اذا نزلت لم یکن لها عمن قارب المذنب دفاع کہ وہ غرق ہو گیا ہے خدا اس پر رحم کرے اگرچہ وہ اپنے باپ کے مذہب پر نہ تھا مگر جب عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو جو شخص مجرم کے نزدیک ہو اس سے بھی اسے کوئی نہیں

روک سکتا۔"

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو اچھی مجلس میں بیٹھنے اور بری بزم سے اجتناب کرنے کے بارے میں جو زریں وصیت فرمائی تھی اس کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے نیز سابقہ اوراق میں ہم بعض علمائے اعلام کے فتاویٰ بھی نقل کر چکے ہیں کہ اگرچہ ایسے واعظ اہل ہوں اور حق علماء و مجتہدین کی طرف سے انہیں نقل احادیث کی اجازت حاصل ہو تو ان کی مجلس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے مگر افسوس ان زریں نصائح پر عمل کرنے والے کہاں سے آئیں۔

کاخ جہاں پر است ز ذکر گزشتگان
لیکن کسے کہ گوش نہد ایں صدا کم است

آج تو بقول صاحب المنبر لوعۃ الفعالیۃ نوبت بایں جا رسیدہ کہ فواعجبا من الطلب اهل العصر حيث لا يفرقون بين الظهر والبر ولا يطالعون ولا ينظرون لم مادون فيها من الزبر المعتبرة [illegible] ولا يتاملون فيها كما هي ويعرجون على عرصتها العالية ودرجتها الرفيعة كانهم آباء سحبان ولا يستحيون من احدهما يقولون حتى من الراسخين في العلم فياتون بما يشاؤن من مزخرفات وترهات وذيب الظنون اعاذنا الله واياهم من هذا السجية فانها مهلكة البتة (الى ان قال) ولب الكلام وخلاصة المرام انه لا بد لهم اولا من تصحيح مباديه ومقدماته على ما هي عليها ثم رعايته آرابه ومكملاته ثم التخلق بالاخلاق الحميدة والتحلي بالفضائل والتعري عن الرذائل بعد ما اطلاعوا الله في حلاله وحرامه الذى هو التقوى وقال انما يتقبل الله من المتقين "اہل منبر کی حالت کس قدر تعجب خیز ہے کہ وہ [illegible] میں تمیز نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس فن میں جو کتب معتبرہ لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور اگر کبھی کوئی کتاب دیکھ بھی لیں تو اس میں کما حقہ غور و فکر نہیں کرتے لیکن بایں ہمہ اس طرح بے باکانہ طور پر منبر پر چڑھ جاتے ہیں کہ گویا وہ

سحبان (مشہور فصیح و بلیغ خطیب) کے باپ ہیں اس سلسلہ میں وہ کسی شخص حتیٰ کہ بڑے بڑے راسخ فی العلم علماء و فضلاء سے بھی شرم و حیا نہیں کرتے (بلکہ سب کو جاہل و نادان تصور کر کے) جو خرافات و ترافات چاہتے ہیں بیان کرتے ہیں۔ خداوند عالم ہم کو اور ان کو اس بری خصلت سے محفوظ رکھے کیونکہ یہ خصلت بہت مہلک ہے خلاصہ مطلب ایں کہ اہل منبر کو لازم ہے کہ سب سے پہلے تو مجلس خوانی کے مبادی و مقدمات کو کما حقہ حاصل کریں پھر اس کے آداب و وظائف کی رعایت کریں بعد ازاں اپنے تئیں اخلاق حسنہ سے متصف اور اخلاق رذیلہ سے پاک کریں اور یہ سب کچھ حلال و حرام میں خدا کی اطاعت کرنے کے بعد عمل میں لائیں اسی کا نام تقویٰ و پرہیزگاری ہے خدا فرماتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ خدا صرف متقیوں کا عمل قبول کرتا ہے۔ اس بزرگ کی یہ فرمائش آویزہ گوش بنانے کے قابل ہے۔

تیسرا ادب :-

جب مجلس وعظ و درس میں جائیں تو دنیا و مافیہا کے تمام خیالات و تفکرات سے فارغ القلب ہو کر بیٹھیں اور کہنے والے کی بات کو کان لگا کر بڑی توجہ اور پورے انہماک سے سنیں تاکہ گوہر مقصود سے اپنے دامن کو پر کر سکیں ارشاد قدرت ہے۔

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب اے رسول میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو ہر کہنے والے کی بات کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس میں سے جو عمدہ بات ہو اس کی پیروی کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو خداوند عالم ہدایت کرتا ہے اور یہی لوگ صاحبان عقل ہیں۔

منیۃ المرید میں حضرت شہید ثانی علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آں جنابؑ نے فرمایا ایک شخص نے سرکار رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ما العلم؟ یا رسول اللہ علم کیا ہے؟ فرمایا الانصات[1] توجہ سے سننا سائل نے عرض کیا

---

[1] الانصات۔ خاموشی اختیار کرنا۔ سائل نے عرض کیا اس کے بعد کیا ہے

ثم ماذا؟ قال نشره" پھر کیا ہے؟ فرمایا اس کو حفظ اور یاد کرنا۔ سائل نے کہا اس کے بعد پھر کیا فرمایا نشر و اس کی نشر و اشاعت کرنا اس حدیث شریف میں تحصیل علم کے طرق و لوازمات کے ساتھ ساتھ چوتھے مرتبہ پر اس پر عمل کرنے یعنی اپنی اصلاح احوال کے بعد پانچویں مرتبہ پر اس کی نشر و اشاعت کرنے اور بنی نوع انسان کی اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھانے کا ذکر فرمایا ہے مگر آج اہل منبر کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ نہ ان کے پاس دولت علم ہے اور نہ ہی نعمت عمل مگر اصلاح قوم اور تبلیغ دین کا درد ان کو آرام و اطمینان سے بیٹھنے نہیں دیتا

ع ہر صبح سفر ہر شام سفر

ایسے لوگوں پر یہ مثل صادق آتی ہے "خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت" مگر ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ خضر راہ خود گم کردہ ہے جیسا کہ روایت میں ہے

العالم اذا لم یعمل بعلمه زلت موعظته من القلوب کما یزل المطر من الصفاء جب اہل علم حضرات اپنے علم پر عمل نہ کریں تو ان کا موعظہ دلوں سے اس طرح پھسل جاتا ہے جس طرح صاف و شفاف پتھر سے بارش کا پانی پھسل جاتا ہے (علما ما یخرج من القلب یقع فی القلب و ما یخرج من اللسان لم یتجاوز الآذان۔ یعنی ع

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ تہدید وارد ہوئی ہے رب تال للقرآن والقرآن یلعنه بہت سے قاری قرآن ایسے بھی ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے (جامع الاخبار)

چوتھا ادب :-

کسی بھی مجلس عزا میں شمولیت کرنے سے ان کو علمی یا مالی یا کسی اور قسم کا ترفع و تکبر مانع نہ ہو اگرچہ پڑھنے یا پڑھانے والا ان سے کم مرتبہ ہی کیوں نہ ہو اور فقراء و مساکین کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز نہ کریں کیونکہ علاوہ اس کے کہ بعض اوقات انسان اپنے سے کم مرتبہ اور کم علم و فضل رکھنے والوں سے بھی علمی و عملی استفادہ کر لیتا ہے ایسی مجالس مبارکہ میں شرکت کرنا ہی عبادت خدا اور

باعث خوشنودی رسولؐ و آئمہ ہدیٰ ہے نیز اس میں تواضع پائی جاتی ہے اور تواضع کرنے والوں کو خداوند عالم بلندی درجات عطا فرماتا ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ماتواضع احد لله الارفعه الله وما تکبر احد الا وضعه الله جو فروتنی کرتا ہے اسے خدا بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اسے خدا پست کرتا ہے اور مخلوق خدا کو حقیر و صغیر سمجھنا سراسر تکبر ہے۔ وان الله لایحب المتکبرین

وہ بزرگوار جو علت غائی ممکنات اور باعث تخلیق موجودات تھے ان کی سیرت طیبہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما انا عبد اکل علی الارض والبس الصوف واعتقل البعیر والعق اصابعی واجیب دعوة المملوک ۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی سوائے اس کے نہیں کہ میں بندہ خدا ہوں۔ زمین پر بیٹھ کر روٹی کھاتا ہوں صوف کا درشت لباس پہنتا ہوں۔ اونٹ کا گھٹنا خود باندھتا ہوں۔ کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹتا ہوں اور غلاموں کی دعوت قبول کرتا ہوں پس جو شخص بھی میرے طریقے سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے (تہذیب [illegible])

بلخی راوی بیان کرتا ہے کہ میں سفر خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمرکاب تھا جب کھانے کا وقت آیا تو آنجناب نے اپنے سب غلاموں کو جن میں بعض حبشی غلام بھی تھے۔ اپنے ہمراہ دستر خوان پر بٹھا لیا میں نے عرض کیا لو عزلت لهم لاء مائدة اچھا ہوتا اگر آپ ان غلاموں کے لیے علیحدہ دستر خوان کا انتظام فرماتے۔ آپ نے فرمایا ان الرب تعالیٰ واحد والدین واحد والام واحدة والاب واحد والجزاء بالاعمال۔ خدا ایک، دین ایک، ماں ایک، باپ ایک اور جزا و سزا کا دارومدار اعمال پر ہے۔ (بحار بہ تکبر مستی دارد؟) (منتہی الآمال وغیرہ)

تکبر باعث دخول جہنم ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من الکبر۔ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا (اصول کافی) حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ من اراد ان ینظر

الی رجل من اهل النار فلینظر الی رجل قاعد و بین یدیه قوم قیام۔ جو شخص کسی جہنمی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ ایسے بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ لے جس کے روبرو ایک گروہ (تعظیما) کھڑا ہو (کبریت احمر) مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بزم رسالت سجی ہوئی تھی شمع رسالت کے پروانوں سے مجلس چھلک رہی تھی کہ ایک مالدار صحابی کے پہلو میں ایک خستہ حال غریب صحابی بیٹھنے لگا۔ امیر نے اپنے دامن کو لپیٹا اور درست کیا۔ آنحضرتؐ نے یہ منظر دیکھ کر غضبناک نگاہوں سے اس مالدار کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا اس فقیر کا فقر و فاقہ تیری طرف آ رہا تھا؟ عرض کیا نہیں فرمایا تیرا مال و منال اس کی طرف جا رہا تھا عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر تو نے اس سے پہلو تہی کیوں کی؟ عرض کیا یا رسولؐ اللہ ان لی قرینا یقبح لی کل حسن و یحسن لی کل قبیح" میرا ایک ہمنشیں ہے (نفس امارہ یا شیطان رجیم) جو میری نظر میں ہر قبیح امر کو اچھا اور ہر اچھی چیز کو برا کر کے پیش کرتا ہے (میری یہ حرکت بھی اس کی انگیخت کا نتیجہ ہے) میں معذرت طلب کرتا ہوں اور اس کے عوض اپنے اس دینی بھائی کو اپنا نصف مال دینا بھی منظور کرتا ہوں۔ آپؐ نے اس غریب سے استفسار کیا۔ کیا خیال ہے؟ اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا جناب نے سبب دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا مبادا مال و دولت کے گھمنڈ میں میری بھی یہی کیفیت ہو جائے جو میرے اس مالدار بھائی کی ہے"

(تفسیر مجمع البیان و صافی وغیرہ)

حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ اور حضرت امام زین العابدین علیہم السلام کے حالات میں الگ الگ مذکور ہے کہ یہ بزرگوار چند ایسے فقراء و مساکین کے پاس سے گزرے جو چادر پر نان خشک کے چند ٹکڑے بچھا کر کھا رہے تھے ان حضرات نے ان کو سلام کیا مساکین نے جواب سلام کے بعد ان کو دعوت طعام دی یہ ذوات قادسہ سواریوں سے اتر کر ان کے ہمراہ زمین پر بیٹھ گئے اور روزہ کا بہانہ یا طعام صدقہ کا عذر کر کے ان کے ساتھ شمولیت سے معذوری ظاہر کی اور پھر ان مساکین کو اپنے ہاں دعوت دے کر پر تکلف طعام سے ان کی تواضع فرمائی۔ یہ واقعات تمام کتب سیر و تواریخ میں مسطور ہیں مگر آج یہ حالت ہے کہ امراء و اعیان غرباء و مساکین کی مجالس میں شرکت کرنا اپنی توہین اور باعث کسر شان تصور کرتے ہیں اور اس طرح جہاں وہ ثواب بے پایاں سے محروم ہوتے ہیں وہاں بعید نہیں کہ علامت اخروی کے سامان بھی

فراہم کرتے ہیں بلکہ حالات اس سے بھی بدتر ہو چکے ہیں خود پڑھنے والوں کی اکثریت غرباؤ مساکین کے ہاں مجالس پڑھنے سے پہلوتہی کرتی ہے اور انہیں اس سعادت عظمیٰ کے حاصل کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی اور اگر حسن اتفاق سے کوئی تاریخ خالی ہو اور ان لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر وعدہ قبول کر بھی لیں تو اگر اس اثناء میں کسی اچھی جگہ سے دعوت آ جائے جہاں سے زیادہ رقم ملنے کی توقع ہو تو سابقہ[1] وعدہ وغریب کی دل شکنی سے اور رسوائی کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ وعدہ خلافی سنگین اخلاقی جرم ہے جو اہل ایمان کے شایان شان نہیں ہے۔(و کان عهد الله مسؤلا) بخلاف اس کے امراء واعیان کی دعوت کے اشارے کے منتظر رہتے ہیں جونہی دعوت پہنچی قبولیت یہ لوگ ان کی کاسہ لیسی اور خوشامد و خوشنودی اور ان کی کوٹھیوں کے طواف کرنے کو اپنے لیے سرمایہ عزو افتخار سمجھتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ وعید شدید وارد ہوئی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ومن العلماء من یری ان یضع العلم عند ذوی الثروۃ والشرف ولا یری لہ فی المساکین وضعا لذالک فی الدرک [illegible] علم و فضل کو مالداروں کے پاس رکھنا چاہتے ہیں اور غرباؤ مساکین کو اس سے کچھ حصہ نہیں دینا چاہتے ایسے لوگ جہنم کے تیسرے طبقے میں ہوں گے (خصال شیخ صدوق)

حدیث میں وارد ہے اذا رایتم العلماء علی باب الامراء فقولوا بئس العلماء وازور ایتم الامراء علی باب العلماء فقولوا نعم الامراء جب علماء کو امراء کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرتے ہوئے دیکھو تو کہو یہ بہت برے علماء ہیں اور جب امراء کو علماء کے دروازوں پر دیکھو تو کہو کہ وہ بہترین امراء ہیں"

(ایقاظ العلماء وتنبیہ الامراء)

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین اعاذنا اللہ وجمیع اھل الایمان من ھذہ البلیۃ وجنبنا من امثال ھذہ السجیۃ الغیر المرضیۃ بحق النبیؐ و عترتہ النبویۃ

---

[1] سابقہ دعوت کو منسوخ قرار دے کر اس دعوت پر چلے جاتے ہیں اور اپنے

حالت ہو کہ شہر ماہ محرم الحرام میں وہ بیان واقعہ یا ذکر حسین معلوم ہونے کے اپنی وضع قطع شکل و صورت اور ظاہری ڈول سے ہی تحریک کی نشہ معلوم ہوتے ہوں وہاں ان ماتمیں کی یہ حالت نہیں ہوتی تو افسوس نہیں؟

ہوتے ہیں شمع ہو کے پنہاں

اگر آج قوم میں یہ شعور پیدا ہو جائے کہ ہم اس ذاکر یا واعظ کو نہیں سنیں گے اور اس کو منبر پر قدم رکھنے دیں گے جس کی وضع قطع مومنانہ شریف مسلمان کی سی ہوگی تو دیکھیے ایک ہفتہ میں پڑھنے والے اپنی اصلاح کرتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح اگر پڑھنے والوں کو یہ توفیق ہو کہ وہ یہ عزم بالجزم کر لیں کہ جن لوگوں کا ذریعہ معاش کھلم کھلا ناجائز و حرام ہے ان کے ہاں نہ مجلس عزا پڑھیں گے نہ ان کے ہاں کھانا کھائیں گے اور نہ ان سے کوئی نذرانہ قبول کریں گے تو دیکھیے وہ اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ لیکن

[illegible]

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

جب سے مجالس عزا نے پیشہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور پڑھنے والوں نے پیشہ وروں کی اور انہی پر ان کی معاش کا انحصار ہو گیا ہے۔ اسی وقت سے مجالس کا رنگ بدل گیا ہے اور ان کی افادیت ختم یا بالکل کم ہو گئی ہے بھلا جس پڑھنے والے کی نظر بانی مجلس کی جیب پر لگی ہوئی ہو اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ خدا و رسول کا کوئی ایسا حکم بیان کرے گا جس سے بانی کی پیشانی پر بل آئے؟ اس لیے ضروری ہے کہ مجلس پڑھنے والوں کا کوئی اور ذریعہ معاش ہونا چاہیے بہر حال ان کو چاہیے جو چاہیں جائز ذریعہ معاش اختیار کریں مگر خدا کے لیے سید الشہداء کے خون اقدس کی تجارت نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ

چھٹا ادب:-

اگر مجلس عزا کسی مسجد یا کسی شبیہ مقدس میں ہو تو اس میں جنب اور حائض کو شامل ہونے سے

مگر کس قدر افسوس ہے کہ ہماری دنیا ایک مرکز اخلاق اور پیشوائے ملت کی جانی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔ اس قدر جہالت اور اس قدر نخوت اس قدر خود غرضی اس قدر ایذا رسانی اس قدر غصب حقوق اس قدر ریا اور قربانی کا اصل مرتبہ پست ہو چکا ہے کہ ہم ایک مجلس ختم ہو کر دوسری میں کچھ شیرینی بانٹ دیں اشعار رزمیہ و بزمیہ کا لطف اٹھا لیں چند ذاکرین کے مخصوص انداز دیکھ لیں۔ (۱) ناصحانہ انداز سے داد کیا یا کبھی دے دیتیں اور لوگ اپنے ایثار پر ناز کریں کہ ہم نے کچھ وقت اس مشغلہ میں صرف کر دیا ایسا خیال حسینؑ پر اس سے بھی بڑھ کر ظلم ہے جو کربلا میں واقع ہوا حسینؑ کی شہادت اتفاقی نہ تھی اور ابطال باطل کے واسطے ہے اسلام نے ملت اسلام کے جہاز کی اس وقت ناخدائی کی جب وہ فسق و ارتداد کے طوفانی جھونکوں سے ڈگمگا رہا تھا۔ حسینؑ نے اسلام کا عملی مثالیہ بن کر ہم کو ایثار اور خلوص، راستبازی، تسلیم و رضا، صبر، جماعت، حق، صیانت شریعت، خلق و کرم، ہمدردی، رحم اور ادائے فرض کی تعلیم دی مگر یہ تو بتائیے ہم میں کتنے ایسے ہیں جو مذکورہ بالا صفات و احکام پر عمل کرتے ہیں [illegible] تلاوت قرآن ہم میں کس قدر ہے؟ کس قدر شرم کی بات ہے کہ حافظ قرآن ہونا تو درکنار قاری قرآن بھی بہت کم ملیں گے۔ نماز جماعت اور نماز جمعہ تو فرض ہی کیا عتبات عالیات کی زیارات کو اگر سو جائیں گے تو حج کو پانی بھی نہیں۔ امام باڑوں کی عمارتیں عالیشان ہیں۔ ہزاروں روپیہ کا شیشہ آلات وغیرہ موجود ہے مگر سب بے رونق پڑی ہیں اول تو مسجد میں نماز کی پابندی ہی نہیں اگر ہے بھی تو کوئی کسی وقت آیا نماز پڑھ گیا کوئی کسی وقت آیا نماز پڑھ گیا کسی وقت دو آ گئے کسی وقت چار مجالس کی ترتیب و روشنی او تکلفات کی افراط ذاکرین کی خدمت اور شیرینی کی تقسیم پر دل و جان سے روپیہ صرف کرنے کو تیار ہیں۔ مگر زکوۃ و صدقات سے سروکار ہی نہیں ایسی حالت میں ان کا ادعائے پیروی حسینؑ اس شخص سے بلند درجہ پر نہیں جو مسلمان ہی نہ ہو۔

کوئی شخص آنسوؤں کے چند قطروں یا منہ بسورنے سے وہ انعام حاصل نہیں کر سکتا جسے جنت کہتے ہیں نہ بہشت اور دائمی نجات کے پٹے ایسے ارزاں بکتے ہیں جو اس طرح رائیگاں اور مفت